نمبر ۱ | مورخہ ۱۷ ذی الحجہ سنہ ۱۳۲۰ھ مطابق ۱۷ مارچ سنہ ۱۹۰۳ء روز سہ شنبہ | جلد ۷

کلمات طیبات حضرت امام الزمان سلمہ اللہ الرحمٰن

گذشتہ اشاعت سے آگے

خدا تعالیٰ کے قرب حاصل کرنے کی راہ یہ ہے کہ اس کے لیے **صدق** دکھایا جائے۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو قرب حاصل کیا تو اسکی وجہ یہی تھی چنانچہ فرمایا ہے اِبْرَاهِيمَ الَّذِي وَفَّىٰ۔ ابراہیم وہ ابراہیم جس نے وفاداری دکھائی۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ وفاداری اور صدق اور اخلاص دکھانا ایک **موت** کو چاہتا ہے جبتک انسان دنیا اور اسکی ساری لذتوں اور شوکتوں پر پانی پھیر دینے کو طیار نہ ہو جاوے اور اسکی ہر ذلت اور سختی اور تنگی خدا کے لیے گوارا کرنے کو طیار نہ ہو یہ صفت پیدا نہیں ہو سکتی۔ بت پرستی یہی نہیں کہ انسان کسی درخت یا پتھر کی پرستش کرے بلکہ ہر ایک چیز جو اللہ تعالیٰ کے قرب سے روکتی اور اس پر مقدم ہوتی ہے وہ بت ہے۔ اور اسقدر بت انسان اپنے اندر رکھتا ہے کہ اسکو پتہ بھی نہیں لگتا کہ میں بت پرستی کر رہا ہوں۔ پس جبتک خالص خدا تعالیٰ ہی کے لیے نہیں ہو جاتا اور اسکی راہ میں ہر مصیبت کی برداشت کرنے کے لیے طیار نہیں ہوتا صدق اور اخلاق کا رنگ پیدا ہونا مشکل ہے۔

ابراہیم علیہ السلام کو جو یہ خطاب ملا کیا یونہی مل گیا تھا۔ نہیں اِبْرَاهِيمَ الَّذِي وَفَّىٰ کی آواز اسوقت آئی جبکہ وہ بیٹے کی قربانی کے لیے طیار ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ عمل کو چاہتا ہے اور عمل ہی سے راضی ہوتا ہے اور عمل دکھ سے آتا ہے۔ لیکن جب انسان خدا کے لیے دکھ اٹھانے کو طیار ہو جاوے تو خدا تعالیٰ اسکو دکھ میں بھی نہیں ڈالتا۔

دیکھو ابراہیم علیہ السلام نے جب اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کے لیے اپنے بیٹے کو قربان کرنا چاہا اور پوری طیاری کر لی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بیٹے کو بچا لیا۔ وہ آگ میں ڈالے گئے لیکن آگ ان پر کوئی اثر نہ کر سکی۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں تکلیف اٹھانے کو طیار ہو جاوے تو خدا تعالیٰ تکالیف سے بچا لیتا ہے۔ ہمارے ہاتھ میں جسم تو ہے روح نہیں ہے۔ لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ روح کا تعلق جسم سے ہے اور جسمانی امور کا اثر روح پر ضرور ہوتا ہے۔ اس لیے یہ کبھی خیال نہیں کرنا چاہیے کہ جسم سے روح پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ جسقدر اعمال انسان سے ہوتے ہیں وہ ایسی مرکب صورت سے ہوتے ہیں الگ جسم یا اکیلی روح کوئی نیک یا بد عمل نہیں کر سکتی یہی وجہ ہے جزا و سزا میں بھی دونوں کے متعلقات کا لحاظ رکھا گیا ہے بعض لوگ ایسے راز کو نہ سمجھنے کی وجہ سے اعتراض کر دیتے ہیں کہ مسلمانوں کا جسمانی بہشت ہے حالانکہ وہ اتنا نہیں جانتے کہ جب اعمال کے صدور میں جسم ساتھ تھا تو جزا کے وقت الگ کیوں کیا جاوے۔ غرض یہ ہے کہ اسلام نے ان دونوں طریقوں کو جو افراط اور تفریط کے تھے چھوڑ کر اعتدال کی راہ بتائی ہے یہ دونوں خطرناک باتیں ہیں ان سے پرہیز کرنا چاہیے مجرد تعذیب جسم سے کچھ نہیں بنتا۔ اور محض آرام طلبی سے کبھی کوئی نتیجہ پیدا نہیں ہوتا۔

ایک مرتبہ ایک شخص میرے پاس نور محمد نام نانگل سے آیا تھا اس نے کہا کہ غلام محبوب سبحانی نے ولی ہونے کا سارٹیفکٹ دیدیا ہے۔ اب ولایت کا معیار یہی رہ گیا ہے کہ غلام محبوب سبحانی! کسی نے سرٹیفکٹ دیدیا۔ حالانکہ ولایت ملتی نہیں جبتک انسان خدا کے لیے موت اختیار کرنے کے لیے طیار نہ ہو جاوے۔ دنیا میں بہت سے لوگ اس قسم کے ہیں جنکو کچھ بھی معلوم نہیں کہ وہ دنیا میں کیوں آئے ہیں؟ حالانکہ یہی پہلا سوال ہے جسکو اسے حل کرنا چاہیے۔ خود شناسی کے بعد خدا شناسی پیدا ہوتی ہے جب وہ اپنے فرائض کو سمجھتا ہے اور مقاصد زندگی پر غور کرتا ہے اسے معلوم ہوتا ہے کہ اسکی زندگی کی غرض خدا شناسی ہے اور اسپر ایمان لا کر اسکی عبادت کرتا ہے۔ تب وہ فرائض کو ادا کرتا اور نوافل کو شناخت کرتا ہے۔ وہ روحانیت

دکھایا دلیں یاں وحشیوں کو — کہ اسلام میں فرض ہے قتل و غارت
ہر اک دوڑتا ہو نہیں ہو نہیں — بلاد کسے دیجئے باہیں شہادت
گورنمنٹ میں پمفلٹ اسنے بھیجا — ہزار ریفیں جسکی سوئی ہو اشاعت
کہ مہدی موعود میں اس کو لیکن — میں جس میں ہر جہادی قتل و غارت
دلائل میں میرے مقابل ہو کوئی — ہو اسلام کی جس نیندہ صداقت
ہم مریدان تیت ہم جس میں — چلائے کوئی داؤ گر ہو مہارت
بڑا ہیچ و بیٹا حق ہو میرا — میرے ساتھ ہو سکتی تائید و نصرت
جماعت کے دلیں جا یا یہی ہے — گورنمنٹ کی ہستی کی ہے یہ خدمت
کہ ہو خیر خواہ گورنمنٹ دل سے — وفادار سرکار ہو یہ جماعت
وہ اخلاق کہ ہوں نمونہ جہاں میں — ہمیں جن کے ہیں نیک سیرت
دنیا کیسی بخارا کر یہ — دنیا کیسی چیز ہے اکلی نسبت
خیانت سے ہر جگہ ہو پرہیز ہمیشہ — کریں جب دکھ دیانت امانت
تواضع سے گردن فروہی رہیں — نہ اترا کے کہلائیں جو شعبہ عزت
یہ دیں مال جان با یارہ وفا یا — بیا ہر مرض سبب کل خفت
بجبیں یہ یگانہ شو شیر مادر — نہ بالائی کی نیکی کریں یہ عادت
وہ آقا کے ہوں کمال وفادار نوکر — کریں صدق نیت سے ہو گی الفت

عمل کرکے دکھلائے گر آپ ثاقب
تو لاریب پائے وہ اعلیٰ لیاقت

مندرجہ بالا قصیدہ ہمارے مکرم دوست جناب مولوی **محمد نواب خان صاحب ثاقب احمدی** جاگیردار ریاست مالیر کوٹلہ نے جناب ولیعہد صاحب بہادر ریاست مذکور کے عطائے اختیارات کے جلسہ کی تقریب پر دربار میں پڑھا تھا۔ ہمیں کچھ شک نہیں کہ خانصاحب نے عجیب و غریب پیرایہ میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیا ہے اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تبلیغ بھی کی ہے۔ امید کیجاتی ہے کہ کم از کم جناب نواب صاحب بہادر مالیر کوٹلہ کو **احمدی جماعت** کے عقائد اور تعلیم کا کسی حد تک اس قصیدہ کے پڑھنے سے پتہ لگ گیا ہوگا۔ اسی غرض سے اسکو طبع بھی کیا گیا ہے کہ جن لوگوں کو سننے کا موقع نہ ملا ہو وہ اب پڑھ کر فائدہ اٹھائیں۔ ایڈیٹر

ضروری گذارش

ہم بار بار اخبار کے ذریعہ اپنے باقیداروں سے تقاضا کرنا مناسب نہیں سمجھتے۔ اس لیے ہم امید کرتے ہیں کہ وہ ہماری ضرورتوں کو ملحوظ رکھکر یا تو خود ہی جس قدر بقایا ان کے ذمہ ہو ارسال کریں اور یا ہمارے بھیجے ہوئے وی پی پیکٹ کے وصول کرنے کے لیے ہر وقت طیار رہیں۔ اور ہمارے خوش معاملہ خریدار پیشگی ارسال کرنے میں توقف نہ فرمائیں کیونکہ پہلی سہ ماہی میں سے بھی اب تیرہ ہی دن باقی رہ گئے ہیں۔ **خاکسار مینیجر الحکم قادیان**

رسالہ سناتن دھرم

چونکہ اس رسالہ میں انصاف کی رو سے کسیقدر سناتن دھرم کی مدد ہے اس لیے اسکا نام

سناتن دھرم

رکھا گیا

تصنیف لطیف حضرت اقدس امام آخرالزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

نیوگ

اگرچہ میں نے کتاب نسیم دعوت میں نیوگ کے بارے میں جہانتک مناسب تھا کچھ ذکر کیا ہے۔ اور میں جانتا ہوں کہ وہ طالب حق کے لیے بہت مفید اور کافی ہے۔ لیکن میں نے بعض لوگوں کی زبانی سنا ہے کہ **پنڈت رام بھجدت** صاحب پریذیڈنٹ اوپرتی ندھی سبھا پنجاب آریہ سماج کے جلسہ قادیان میں میری کتاب نسیم دعوت پہونچنے کے بعد اپنی آخری تقریر میں میرا ذکر کرکے فرماتے تھے کہ اگر وہ مجھ سے اسبارہ میں گفتگو کرتے تو جو کچھ نیوگ کرانے کے فائدے ہیں میں سب انکے پاس بیان کرتا۔ لہذا اب گذارش ہے کہ میں نے جسقدر انسانی غیرت اور انسانی پاک کانشنس کا تقاضا ہے وہ نیک نیتی سے اپنی کتاب نسیم دعوت میں بیان کیا ہے۔ میری غرض اس سے کوئی بحث مباحثہ نہیں تھا صرف ہمدردی کی راہ سے ایک نصیحت تھی۔ اور میں اسبات میں اکیلا نہیں ہزارہا شریف **ہندو** اور **شریف خالصہ** مذہب کے پابند سکھ اسبات کو ہرگز جائز نہیں سمجھتے کہ ایک خاوند والی اور خاندان والی عورت محض اولاد کے لالچ سے دوسرے سے منہ کالا کراوے اور خاوند زندہ موجود ہو۔

رہے **نیوگ کے فائدے** اور غالباً پنڈت صاحب کا فائدے سے مطلب نیوگ کی اولاد ہوگی کہ **مفت میں گیارہ لڑکے** پیدا ہو جاتے ہیں اور اسقدر بہت سی اولاد میسر آتی ہے لیکن پنڈت صاحب ناراض نہ ہوں ایسی اولاد تو شریف آدمی کے لیے ایک داغ ہے نہ جائے فخر۔ میرے نزدیک ایک نیک پاکدامن عورۃ اگر تمام عمر بے اولاد رہے تو بے اولاد مرنا اس سے بہتر ہے کہ **غیر سے ہم بستر ہو کر** ایسی اولاد حاصل کرے کہ عند العقل ناجائز اولاد کہلاوے اور اگر سچائی کچھ چیز ہے تو پھر کیا وجہ کہ بچوں کو اس پشت **دیوث** کی اولاد سمجھی جائے جسکے نطفے وہ بچے نہیں ہیں بلکہ وہ تو ان لوگوں کی اولاد ہیں جنکا وہ نطفہ ہیں۔ کاش اگر ایسی عورۃ ایسی اولاد حاصل کرنے سے پہلے ہی مرجائے تو بہتر ہو۔ **پنڈت رام بھجدت** صاحب کو اس قابل شرم نیوگ کے مسئلہ میں بہت ضد نہیں کرنی چاہیے بلکہ چونکہ یہ مسئلہ انسانی **حیا** کے مخالف ہے اسلیے مناسب ہو کہ اس مسئلہ کو آریہ سماج کے مسائل میں سے کاٹ دیا جائے۔ اور عام اشتہار دیا جائے کہ دنیا نے بوجہ تجربہ زندگی اور بوجہ محسوس کرنے ان غیرتوں کے جو خانہ داری کی حالت میں ہر ایک شریف مرد کو اپنی بیوی کی نسبت ہوتی ہے سخت غلطی کھائی۔ اس لیے آریہ سماج اپنے اصولوں سے اسکو خارج کرتا ہے اور اسپر بہت سے دستخط ہو جانے چاہئیں تا پھر کسی معترض کو دم مارنے کی جگہ نہ رہے۔ ورنہ یاد رکھیں کہ **نیوگ** کا اصول ان کے مذہب کیلئے ایک روگ ہے۔ اور میں نہیں قبول کر سکتا کہ کل دانشمند عورتیں نیوگ کے لیے طیار ہو جائیں گی بلکہ مجھکو تو یہ اندیشہ ہے کہ اسپر زور دینے سے کوئی عورت زہر کھا کر مر نہ جائے ✦

ایسا جان اور تو ہوا جو ہوا اس بلا کو تو اپنی قوم میں سے جلد دفع کر دو اور خواہ نخواہ اسکو دین کے ذمہ مت لگاؤ۔ یہ امید مت رکھو کہ آریہ ورت کے شریف مرد اور شریف عورتیں اسکو قبول کر لیں گے بلکہ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ ہندو مذہب میں متبنّٰی کی رسم نیوگ کی وجہ سے ہی پیدا ہوئی ہے یعنی جب شریف مردوں اور شریف عورتوں نے دیکھا کہ یہ ناپاک رسم ہے تو اسکی جگہ متبنّٰی پکڑنے کی رسم جاری کر دی۔ اور مردوں کی غیرت نے نہ چاہا کہ اس قابل شرم طریق یعنی نیوگ پر اپنی عورتوں کا عملدرآمد کرادیں۔ اس لیے انھوں نے اسبات کو پسند کیا کہ متبنّٰی کرلیں۔ اور اگرچہ متبنّٰی کرنا بھی ایک بیہودہ رسم ہے مگر تاہم اس بیحیائی کی ناپاک رسم سے تو ہزار درجہ بہتر ہے۔ یہ کیا ناپاک طریق ہے کہ اگر کسی کو لڑکے پیدا کرنے کا چاؤ ہو تو جلدی کہ اپنی عورتوں سے ایسا کراوے تو وہ

✦ **نوٹ**: آریہ ورت کی عورتوں کو ایک ایسے خاوند سے ایسا سچا تعلق رہتا ہے کہ وہ ان کے لیے ستی ہوتی رہی ہیں لیکن ایسی عورت کہ خاوند سر پر موجود ہو اور وہ دوسرے سے ہم بستر ہو جاتی ہے کیونکر ایسی محبت خاوند سے رکھ سکتی ہے۔ منہ

بھی مرنے مارنے کو طیار ہو جائے گا پس نہیں آریہ صاحبان پر کیوں افسوس نہ ہو کہ انھوں نے آنکھ بند کر کے دیانند کی باتیں قبول کر لیں۔ آخر سناتن دھرم والے بھی قوم کی رو سے انکے بھائی ہیں کیا قدیم سے وہ وید نہیں پڑھتے تھے پھر کیوں وہ اس بےحیائی کے طریق کو پسند نہیں کرتے۔ افسوس تو یہ ہے کہ جب خیر خواہی کی رو سے آریہ صاحبوں کو کہا جائے کہ آپ لوگ ایسے طریق کو چھوڑ دیں اور ایسے کام اپنی عورتوں سے مت کراویں تو اُلٹے غصہ کرنے لگتے ہیں۔ عجیب حالت آریہ سماج والوں کی ہے کہ ان کو اس کام میں کچھ بھی شرم نہیں آتی۔ گذشتہ دنوں میں مینے چند آریوں کو اپنے مکان پر بلایا تھا انہیں سے ایک مہتہ کشن سنگھ نام تھا جو بابا نانک صاحب کی پیروی سے ناراض ہو کر اب آریہ بنا ہوا ہے اور ایسے شخص کو چھوڑ کر جو روحانیت اور پاکیزگی اپنے اندر رکھتا تھا اور اپنے کرتار کی محبت سے بھرا ہوا تھا پنڈت دیانند کا ہر وقت جپ کرنا شروع کر دیا ہے اس کے ساتھ لالہ شرمپت اور لالہ ملاوامل ساکن قادیان بھی تھے اور پنڈت سومراج سکرٹری آریہ سماج قادیان بھی ہمراہ تھے۔ اور چند سناتن دھرم کے ہندو تھے۔ تب ہم نے ان لوگوں کو بہت سمجھایا کہ نیوگ کام اپنی عورتوں سے کرانے مناسب نہیں۔ خاصکر اس کا ذکر ہم تب اُس وقت سب چپ رہے اور سب کو شرم دامنگیر ہوئی مگر پنڈت سومراج بول اُٹھے کہ اس کام میں کچھ مضائقہ نہیں۔ تب سناتن دھرم والے جو موجود تھے سومراج کو سنکر اس شخص سے ایک بھری مجلس میں اپنی عورت کی نسبت ایسا ناپاک کام روا رکھا اور حیا سے کچھ کام نہ لیا سب نے بے اختیار رام رام کہنا شروع کر دیا اور باقی آریہ بھی اپنی چادروں میں مُنہ چھپا کر ہنسنے لگے اور قریبا اُس وقت تیس آدمی کے قریب گواہ ہونگے جبکہ اس پنڈت نے یہ قابل شرم کلمہ مُنہ سے نکالا۔

سخت افسوس ہے کہ آریہ صاحبان یہ تو نہیں کرتے کہ اس رسم کو دور کر دیں بلکہ اُلٹے جوش میں آکر کہتے ہیں کہ کیا مسلمان متعہ نہیں کرتے یا منکوحہ عورتوں کو طلاق نہیں دیتے ہر چند سمجھایا گیا کہ اے حضرات کیا طلاق دینا ضرورتوں کے وقت تمام دنیا میں جاری نہیں ہے اور کیا یہ کام کہ ایک مرد زندہ موجود اپنی عورت سے ایسا کام کراوے مگر یہ لوگ نہیں سمجھتے۔ سناتن دھرم کے لوگ کہ جو باحیا اور باغیرت لوگ ہیں وہ ندامت سے مرے جاتے ہیں کہ نا واقف

اور ندامت اُنکو۔ بارہا کہا گیا اگر ایک انسان جو نکاح کر کے کسی وقت عورت کو طلاق دیدیتا ہے اور یا طلاق کا وقت مقرر کر دیتا ہے کہ اتنی مدت کے بعد میں طلاق دیدونگا جس کا نام بعض شیعہ کے نزدیک متعہ ہے۔ یہ نکاح تو آپ لوگوں کے طریق سے کچھ مناسبت نہیں رکھتا اور ایسا نکاح بھی جسکا وقت طلاق ٹھہرایا جائے ہمارے مذہب میں منع ہے قرآن شریف صاف اسکی ممانعت فرماتا ہے عرب کے لوگوں میں اسلام سے پہلے ایک وقت تک ایسے نکاح ہوتے تھے قرآن شریف نے منع کر دیا اور قرآن شریف کے اُترنے سے وہ حرام ہوگئے گو صرف بعض شیعوں کے فرقے اسکے پابند ہیں مگر وہ جاہلیت کی رسم ہیں مگر فارسی کسی دانشمند کے لیے جائز نہیں کہ اپنی غلطی کی پردہ پوشی کیلیے کسی دوسرے کی غلطی کا حوالہ دیں کیا ایک مجرم کسی دوسرے مجرم کے حوالہ سے رہائی پا سکتا ہے خدا کے کلام میں نکاح کرنے کے بارہ میں اس تصریح کے ساتھ ہدایت موجود ہے کہ ایسے نکاح کا ذکر نہیں جس میں بیان کیا جاتا ہے کہ اتنی مدت کے بعد میں طلاق دیدونگا۔ ماسوا اس کے اس صورت میں اصل اعتراض تو طلاق پر ہوا اور دنیا میں کوئی فرقہ نہیں جو طلاق کا مخالف ہو کیونکہ کسی ضرورت سے بعض وقت طلاق دینی پڑتی ہے غرض جب آریہ صاحبوں کو ایسے قابل شرم کام سے منع کیا جاتا ہے تو کھسیانے ہو کر یہی جواب دیتے ہیں کہ مسلمانوں میں بھی تو طلاق کی رسم ہے۔ اے حضرات یہ رسم کس مذہب میں نہیں۔ جب مرد و عورت میں سخت مخالفت ہوگی تو بجز طلاق اور کیا چارہ ہوگا۔ مناسب ہو کہ آپ صاحبان ایسی باتیں کریں اور نیوگ کو چھوڑ دیں۔ ان باتوں سے کیا فائدہ کہ نیوگ میں بڑے بڑے فائدے اور بڑے بھید ہیں۔ اے حضرات اگر زیادہ نہیں تو خاص کر دنوں تک ہی ایسی رسم سے دست بردار رہو ایسا نہ ہو کہ ایسے کاموں سے اور بھی بلا پیچھے۔ افسوس کہ باوجود اس رسم نیوگ کے جس سے شرمندہ ہونا چاہیے تھا آریہ صاحبوں میں بدزبانی بہت بڑھ گئی ہے بعض شریف آریہ صاحبان اس جلسہ قادیان کی تقریب پر موجود تھے اور خود انہوں نے اقرار کیا ہے کہ اس جلسہ میں بہت سی گندہ زبانی سے کام لیا گیا ہے خاصکر ایک شخص کا اکثر آریہ صاحبوں نے ذکر کیا کہ وہ تیز اور گستہ دہن تھا۔ پس واضح ہو کہ مذہب اصلاح کا نام نہیں

کہ بغیر سوچے سمجھے اعتراض کر دینا اور بیٹھے سے جلسہ کو رونق دینا اور بیہودہ گوئی طرح بھی کرنا اسطرح پر کوئی مذہب قائم نہیں ہو سکتا نیک انسانوں کے لیے بہتر طریق یہ ہے کہ کسی فرقہ کے شائع کردہ اصولوں پر اعتراض کریں مگر کسی قوم کی آسمانی کتاب پر اُسوقت تک اعتراض نہ کریں جب تک کہ اُنکو پوری واقفیت اور پورے دلائل سے علم نہ ہو۔ مثلاً نیوگ کا مسئلہ ہے اسمیں کچھ شک نہیں کہ باوجود خاوند کے زندہ ہونے کے اسکی عورت کا دوسرے سے ہمبستر ہونا نہ ایک دفعہ نہ دو دفعہ بلکہ بارہ تیرہ برس تک جب تک گیارہ بچے پیدا ہو جائیں انسانی کانشنس اس بےحیائی کو قبول نہیں کرتی اور ہر ایک نیک فطرت اس طریق سے دور بھاگتی ہے۔ اور درحقیقت اس سے زیادہ کوئی بےحیائی نہیں اور کوئی حیا والا آدمی اسکو پسند نہیں کرے گا کہ اپنے جیتے جی اپنی عورت کی یہ حالتیں دیکھے مگر ہماری جماعت کو جو تقوی کے لیے قائم کی گئی ہے خوب یاد رکھنا چاہیے کہ وہ یہ نہ سمجھ لیں کہ یہ ویدکی تعلیم ہے میری رائے یہی ہے کہ یہ وید کی ہرگز تعلیم نہیں میں خوب جانتا ہوں کہ کبھی ایک شرتی یا ایک آیت کے بیسیوں معنی ہو سکتے ہیں۔ پس ایسے موقعہ پر ایک گندہ آدمی گندے معنی کر لیتا ہے اور ایک پاک طبع آدمی پاک معنی کرتا ہے بعض آدمی اس قسم کے بھی ہوتے ہیں کہ اپنی بعض نفسانی اغراض کے لیے قوم میں بدچلنی پھیلانی چاہتے ہیں پس وہ بہانہ ڈھونڈنے کے لیے کسی ایسی کتاب میں سے جو قوم اسکو آسمانی سمجھتی ہے کوئی شرتی یا آیت پیش کر دیتے ہیں اور اسطرح پر نادانوں کو ہلاک کر دیتے ہیں۔ پس ہماری جماعت کو چاہیے کہ اس قسم کے طریق سے دست کش رہیں کہ یہ طریق احتیاط اور پرہیزگاری کے برخلاف ہیں ایسی مشترک باتیں جو کم و بیش تمام قوموں میں پائی جاتی ہیں انکو اعتراض کے طور پر پیش کرنا سراسر جہالت یا تعصب ہو جیسا کہ آریہ صاحبان دکھلا رہے ہیں مثلاً نکاح کرنا یا ضرورت کے وقت طلاق دینا یا اور ایسے امور جنکا اشتراک سب قوموں میں پایا جاتا ہے انکو بطور اعتراض پیش کرنا کسی شریف آدمی کا کام نہیں کہ یہ باتیں ہر ایک قوم میں پائی جاتی ہیں درحقیقت اعتراض کے لائق وہ باتیں ہیں۔

اول یہ کہ ارواح اور اجسام یعنی جیو اور پرکرتی خدا سے نکلے ہوئے نہیں یعنی خدا کی مخلوق نہیں بلکہ خدا کیطرح اپنے وجود کے آپ خدا ہیں

اور نادی ہیں۔

دوسرا یہ قابل شرم طریق جسکا نام **نیوگ** ہے۔ سو یہ اعتراض وید پر نہیں بلکہ پنڈت دیانند پر ہے جس نے ایسا مذہب شائع کیا۔ **ہماری جماعت خبردار رہے** کہ خواہ نخواہ احتیاط سے بڑھ کر کوئی بات منہ سے نکالے یہ درست ہو کہ آریہ سماجیوں میں تیز زبان بہت لوگ ہیں جو اعتراض کرتے وقت نہیں دیکھتے کہ کہاں تک ہیں اس اعتراض کے ابدہ میں تمیز ہے بلکہ جو کچھ مونہہ میں آیا کہہ دیتے ہیں غرض تو ہنسی ٹھٹھا ہے نہ تحقیق۔ بعض سرسری نظر سے خدا کی کتاب کو دیکھکر بغیر اس کے جو پوری سمجھ سے کام لیں فی الفور اعتراض کر دیتے ہیں۔ خدا کی کلام میں کئی جگہ استعارہ ہوتا ہے کئی جگہ مجاز ہوتا ہے اور کئی جگہ حقیقت کا دکھلانا مقصود ہوتا ہے پس جب پورا علم نہو اور اس کے ساتھ اپنا دل صاف نہ ہو تو اعتراض کرنا جہالت ہے خدا کے کلام کے صحیح معنے سمجھنے والے وہ لوگ ہوتے ہیں جو خدا سے ملتے ہیں ایک شخص سراپا دنیا کی پلیدی میں غرق آنکھیں اندھی اور دل ناپاک ہو وہ اس حالت میں خدا کے کلام پر کیا اعتراض کرے گا اول چاہیے کہ اپنے دل کو پاک بنا دے نفسانی جذبات سے اپنے تئیں الگ کرے پھر اعتراض کرے مثلاً قرآن شریف میں لکھا ہے مَنْ كَانَ فِي هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى یعنی جو اس جہان میں اندھا ہے وہ دوسرے جہان میں بھی اندھا ہی ہوگا۔ اب ایک ایسا معترض جسکو خدا کے کلام کا منشاء معلوم نہیں یہ اعتراض کرے گا کہ دیکھو مسلمانوں کے مذہب میں لکھا ہے کہ اندھوں کو نجات نہیں غریب اندھے کا کیا قصور ہے مگر جو تعصب دور کر کے غور سے قرآن شریف کو پڑھے گا وہ سمجھ لیگا کہ اس جگہ یہ آنکھوں سے اندھے مراد نہیں ہیں بلکہ دل کے اندھے مراد ہیں۔ غرض یہ ہے کہ جسکو اسی دنیا میں خدا کا درشن نہیں ہوتا ہے انہیں دوسرے جہان میں بھی درشن نہیں ہوگا اسی طرح صدہا خدا کے کلام میں مجاز اور استعارے ہوتے ہیں۔ ایک نفسانی جوش والا آدمی جلدی سے سمجھ جائے اعتراض بنا دے گا۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہی سچ بات ہے کہ خدا کا کلام سمجھنے کے لیے اول دل کو ایک نفسانی جوش سے پاک بنانا چاہیے تب خدا کی طرف سے دلپر روشنی اُترے گی بغیر اندرونی روشنی کے اصل حقیقت نظر نہیں آتی جیسا کہ اللہ تعالےٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ لَا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ یعنی یہ پاک کلام ہے جبتک کوئی پاک نہ ہو جائے وہ اس کے بھیدوں تک نہیں پہونچے گا۔ میں جوان تھا اور اب بوڑھا ہو گیا اور اگر لوگ چاہیں تو گواہی دے سکتے ہیں کہ میں دنیاداری کے کاموں میں نہیں پڑا اور دینی شغل میں ہمیشہ میری دلچسپی رہی میں نے اس کلام کو جس کا نام **قرآن** ہے نہایت درجہ تک پاک اور روحانی حکمت سے بھرا ہوا پایا۔ نہ وہ کسی انسان کو خدا بناتا اور نہ روحوں اور جسموں کو اس کی پیدائش سے باہر رکھکر اسکی مذمت اور نندیا کرتا ہے اور وہ برکت جس کے لیے مذہب قبول کیا جاتا ہے اسکو یہ کلام آخر انسان کے دلپر وارد کرتا ہے اور خدا کے فضل کا اسکو مالک بنا دیتا ہے پس کیونکر ہم روشنی پاکر پھر تاریکی میں آویں اور آنکھیں پاکر اندھے بنجاویں۔

اور اس جگہ مجھے سچائی کی حمایت سے جو میرا فرض ہے اسقدر اور کہنا پڑتا ہے کہ سناتن دھرم والے انکی چند باتوں کو الگ کر کے آریہ سماجیوں سے ہزارہا درجہ بہتر ہیں وہ اپنے پرمیشر کی اسطرح بے عزتی نہیں کرتے کہ تمام ارواح اور غیر مخلوق ہونیکی وجہ سے اسکے برابر ہیں وہ **نیوگ** کے قابل شرم مسئلہ کو نہیں مانتے وہ اسلام پر بیہودہ اعتراض نہیں کرتے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اسلام کی باتیں سب قوموں میں مشترک ہیں وہ اکثر ملنسار ہیں ان میں خطرناک شوخی اور تیزی نہیں ہے اور انکو مقابل پر آریہ صاحبوں کو اس خیال سے بھی خودستائی نہیں کرنی چاہیے کہ ہم مورتی پوجا نہیں کرتے اوتاروں کو نہیں مانتے کیونکہ سناتن دھرم کے جوگی جو مذہب کے اعلے مقام پر ہوتے ہیں وہ بھی مورتی پوجا سے دستکش ہوتے ہیں۔

رہے **اوتار** سو اس میں سنسکرت کی زبان میں نبیوں اور رسولوں کو اوتار کہتے ہیں جنمیں **پرمیشر کا نور اُترتا ہے** سو اصل مذہب سناتن دھرم کا یہ نہیں ہے کہ اوتار کی پوجا کرنی چاہیے۔ ہاں انکو وہ بہت مقدس جانتے ہیں اور انکی تعظیم کرتے ہیں اور ان سے محبت رکھتے ہیں ❊ مگر میں نے آریہ سماج کے بعض رسالوں اور اخباروں میں دیکھا ہے کہ ان کے بعض شوخ دیدہ لوگوں نے اوتاروں سے ٹھٹھا کیا اور سوء ادب کے الفاظ کہے ہیں یہ اچھے آدمیوں کا کام نہیں۔ سچ یہی ہے کہ بعض **آریہ صاحبوں کی شوخی حد سے بڑھ گئی ہے** یہی شوخی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ یہ وہ بوٹی ہے جسکی جڑ نہیں روحانیت کی طرف یہ قوم متوجہ نہیں۔ دین صرف شوخیوں اور زبان کی چالاکیوں سے نہیں ہوتا۔ دین تو ایک موت چاہتا ہے جسکے بعد زندہ روح دیجاتی ہے۔ افسوس کہ آریہ صاحبوں کے بعض باوجود [illegible] جلسہ قادیان میں بغیر اس کے کہ دین کے کوچہ میں کچھ بھی دخل ہو **نقالوں** کیطرح اسلام کو گالیاں دیں۔ اگر اسمیں انکی نیت نیک ہوتی تو میری طرف لکھتے کہ اسلام پر ہمارا فلاں اعتراض ہے سو اگرچہ میں ایسی مجلسوں میں حاضر نہیں ہو سکتا تاہم میں انکے شبہات کا نرمی اور روشن تقریر سے جواب دیکر انکی تسلی کر دیتا مگر اب وہ جیسے قادیان میں آئے تھے ویسے ہی واپس گئے اور شوخیوں اور بدزبانیوں کا انبار سر پر لے گئے مگر پھر بھی میں نے کتاب نسیم دعوت چند روز میں تالیف کر کے انکی دعوت کر دی اگر انہیں سے ایک ہی سمجھ جائے تو مجھے اجر ملے گا۔

❊ **نوٹ**۔ نیک انسانوں سے محبت کرنا انسان کا فرض ہے اور سادھ سنگت کی ضروری شرط اسی سے ادا ہوتی ہے اور سناتن دھرم والے صرف گذشتہ اوتاروں سے محبت نہیں رکھتے

بقیہ نوٹ۔ بلکہ اس کلجگ کے زمانہ میں وہ ایک آخری اوتار کے بھی منتظر ہیں جو زمین کو گناہ سے پاک کردیگا۔ پس کیا تعجب ہے کہ سعید فطرت خدا کے نشانوں کو دیکھکر سعادتمند ہو کر خدا کے اس آسمانی سلسلہ کو قبول کر لیں کیونکہ انمیں ضد اور ہٹ دھرمی بہت ہی کم ہے۔ منہ

❊ **نوٹ** ان لوگوں نے نہ صرف اسلام کی نسبت بدزبانی کی بلکہ سناتن دھرم کے مقدس اصولوں کی بھی بہت سی نندیا کی اور سناتن دھرم کے غریب ہندوؤں کا دل دکھایا۔ عیسائی مذہب پر بھی اپنی عادت کے موافق ناجائز طور پر حملہ کیا حملہ کرنے کے وقت حد سے گذر جانا بھی شیطانی عادت ہے یہ تو سچ ہے کہ حضرت عیسیٰ خدا نہیں ہیں مگر وہ خدا کا ایک پیارا نبی اور رسول تو تھا اور یہ تو سچ ہے کہ **راجہ رامچندر اور راجہ کرشن** درحقیقت پرمیشر نہیں تھے مگر اسمیں کیا شک ہے کہ وہ دونوں بزرگ **خدا رسیدہ اوتار تھے خدا کی نورانی تجلی اُنپر اُتری تھی اسلیے وہ اوتار کہلائے**۔ منہ

خاتمہ

میں رسالہ نسیم دعوت میں بیان کرچکا ہوں کہ ہر ایک **مذہب** تین طور سے پرکھا جاتا ہے۔

اوّل یہ کہ اُس نے خدا کے بارہ میں کیا تعلیم ہے۔ سو افسوس ہے کہ آریہ سماج کے اصول پرمیشر کو تمام موجود چیزوں کا سرچشمہ نہیں ٹھیراتے بلکہ ہر ایک چیز کو پرمیشر کی طرح قدیم اور انادی اور خود بخود مانتے ہیں اور اعتقاد رکھتے ہیں کہ نہ تو ان چیزوں کو پرمیشر نے پیدا کیا اور نہ ان کی قوتوں کو۔ پس ظاہر ہے کہ آریہ سماج کا پرمیشر درحقیقت پرمیشر نہیں ورنہ چاہیئے تھا کہ سب چیزوں کا ابتدا اُسی سے ہوتا۔ یہ کیا ہوا کہ وہ پرمیشر تو کہلاوے اور دوسری چیزیں خود بخود ہوں۔ جو چیز اُس کی پیدائش نہیں وہ کبھو اُس کی ہوگی؟ اس ناجائز قبضہ کی کوئی آریہ صاحب وجہ تو بتلاوے؟ جن چیزوں کو پرمیشر نے پیدا ہی نہیں کیا اُن پر قبضہ کرنا محض ظلم ہے۔ پس اگر آریہ سماج والے سناتن دھرم والوں کو مورتی پوجا کا الزام دیتے ہیں تو ان کے اس اعتقاد کی رو سے اُن پر الزام زیادہ ہے کیونکہ بت پرست اپنے بتوں اور دیوتاؤں کو پرمیشر اور خود بخود نہیں سمجھتے صرف یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ اُن کے دیوتاؤں اور اوتاروں کو پرمیشر نے بڑی بڑی طاقتیں دے رکھی ہیں جن کی وجہ سے وہ لوگوں کی مراد پوری کرتے ہیں۔ سو اگرچہ یہ بات غلط ہے بلکہ مرادیں دینے والا صرف ایک ہے یعنی خدا جسکو پرمیشر کہتے ہیں اور دنیا اور آخرت میں وہی شخص عزت پاتا ہے اور اُسکی برکت دیکھتا ہے جو سبکو چھوڑ کر سچے دل سے اپنے خدا کا فرمانبردار ہو جاتا ہے ہر ایک وقت اُس پاک پرمیشر سے یہ آواز آتی ہے کہ **جو تو میرا ہو رہے سب جگ تیرا ہو** اور یہی ہم نے آزمایا اور ہم اسکے گواہ ہیں جو شخص اُسکی محبت میں محو ہو جاتا ہے اور اُسکی آتش محبت سے جلکر ایک نیا وجود لیتا ہے پس جب وہ اس آگ میں بالکل جل جاتا ہے تو زمین آسمان کی تمام چیزیں جنکی دوسرے لوگ پرستش کرتے ہیں اُسکے چاکر اور خدمتگار ہو جاتی ہیں غرض یہ تو سناتن دھرم والوں کی غلطی ہے کہ ایسی چیزوں سے مرادیں مانگتے ہیں اور مردہ زندہ اور جگتا ہوا خدا جو سامنے ہے اور دور نہیں ہے بلکہ خود تراشیدہ پتھروں کی نسبت بہت نزدیک ہے اُس سے فائدہ نہیں اُٹھاتے مگر تاہم وہ مانتے ہیں کہ ہر ایک چیز پرمیشر سے نکلی ہے اُسکے بغیر کوئی چیز خود بخود نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ پہلی تعلیم ہوگی جسکو سناتن دھرم والے ابتک بھولے نہیں۔ اور یہی ان رشیوں منیوں کے بعد ان شرتیوں کو دیکھنے سے جنہوں نے بنوں میں جاکر بڑی بڑی ریاضتیں کی تھیں یہ قرین قیاس معلوم ہوتا ہے کہ وید کی اصل حقیقت انہیں پر کھلی تھی۔ اسلیے وہ آریہ سماجیوں کی طرح جیو اور پرماتو کو انادی اور خود بخود خیال نہیں کرتے تھے بلکہ جیسا کہ اُنکی تحریروں سے ظاہر ہوتا ہے اُنکا یہی عقیدہ تھا کہ ہر ایک چیز پرمیشر سے نکلی ہے یعنی اُس کے کلمات ہیں یہی مذہب اسلام کا ہے (دیکھو سیپارہ [illegible] سورہ کہف آیہ اخیر) وہ لوگ آریہ صاحبان کی صرف زبان کی چالاکی پر دھرم کا مدار نہیں سمجھتے تھے بلکہ ریاضت سے محنت سے جپ سے تپ سے سچے دل کے ساتھ اپنے پرمیشر کو ڈھونڈتے تھے اور بنوں میں جاکر ریاضت کشی سے بڑی بڑی محنتیں کرتے تھے اور روزوں سے اپنے بدنوں کو خشک کر دیتے تھے اور گوشہ گزینی کی حالت میں اپنے پرمیشر سے دل لگاتے تھے تب وہ نور قدیم جسکا نام مختلف زبانوں میں پرمیشر گاڈ خدا اللہ ہے اُن پر ظاہر ہوتا تھا وہ ہرگز اس بات کے قائل نہ تھے کہ خدا کا الہام اور وحی وید تک ہی محدود ہو اور آگے ہمیشہ کے لیے انسان پر خدا کے ہمکلام ہونے کے دروازے بند ہو گئے کو قفل لگ گئے بلکہ خدا اُن سے باتیں کرتا تھا اور غیب کی باتیں اُن پر ظاہر ہوتی تھیں۔ سچ تو یہی ہے کہ خدا کو ڈھونڈنے والے جو اُسکی راہ پر مر رہے ہیں اور اُسکے لیے سب کچھ تیاگ دیتے ہیں اگر خدا اُن سے ایسی خشکی اور لاپروائی کرے اور اپنے تئیں اُن پر ظاہر نہ کرے اور چھپا رہے اور آواز تک سنائی نہ دے تو وہ جیتے ہی مر جائیں اور دنیا میں کوئی بھی اُن جیسا بدنصیب نہ ہو کہ دنیا چھوڑی پرمیشر کے لیے مگر وہ بھی نہ ملا دونوں جہان ہاتھ سے گئے مگر کیا کوئی دوست اپنے دوست سے ایسا کر سکتا ہے ہرگز نہیں۔ مثل مشہور ہے کہ دوستی میں دوستی ہوں ایک عشق مجازی عشق میں گرفتار ہوتا ہے اور ایک مدت تک درد اور سوزش کے ساتھ دن رات اپنے معشوق کو اندر ہی اندر اپنی طرف کھینچتا ہے پس ناگاہ وہ ایک شعلہ محبت کا بشرطیکہ محبت کسی شہوت پرستی پر مبنی نہ ہو کے معشوق کے دل پر جو ابھی غافل اور بیخبر ہوتا ہے گرتا ہے تب وہ معشوق بھی اسکے درد سے حصہ لیتا ہے گویا اُس عاشق کی دن رات کی دعائیں اور آہیں اُس معشوق پر جبر کا کام کرتی ہیں تب اسکا دل اسکی طرف کھینچا جاتا ہے اور بلا معلوم اسباب سے اسکے دل میں یہ بات پڑ جاتی ہے کہ یہ شخص مجھ سے پیار کرتا ہے اور رفتہ رفتہ دل میں ہی پڑتا نہیں بلکہ آخر اُسکا گرفتار ہو جاتا ہے اور دل دل سے مل جاتے ہیں گویا وہ دونوں ایک ہی ہو جاتے ہیں اور عجیب تر یہ کہ ایک عاشق گو ہزار پردوں میں اپنی محبت چھپاوے مگر وہ اُسکے معشوق کو اُس محبت کی خبر ہو جاتی ہے اور پھر دنیا بھی جو ہر ایک کے پیچھے جاسوس کی طرح لگی ہوئی ہے سمجھ جاتی ہے کہ ان دونو کی باہم محبت ہے۔ اور پھر وہ محبت اگر درحقیقت پاک محبت ہے اور کوئی نجاست ناپاک شہوت کی اس کے اندر نہیں اُس مرتبہ تک ان دونوں وجودوں کو پہنچانا چاہتی ہے کہ ایک دوسرے کا دل باہم کھینچا جاتا ہے بغیر دیکھنے کے بے آرامی رہتی ہے اور ان کو کچھ الگ نہیں آتی کہ یہ کشش کہاں سے اور کیونکر پیدا ہو گئی آخر ان کے پاک دل اسقدر ضرور چاہتے ہیں کہ ایک دوسرے سے کچھ کلام کیا کریں ایک نظر دیکھ لیں۔ کم سے کم ایک کلام کے لیے اُنکا دل تڑپتا ہے خواہ پیچھے سے مر جاویں۔ سو یہ تو مجازی عشق کا انجام ہے کہ کمال اُنکا باہم کلام ہے۔ پس لعنت ہے ایسے مذہب پر جو کہ پرمیشر کے عاشق کو اسقدر بھی مزہ نہیں دیتا کا یہی وعدہ نہیں کرتا کہ وہ اُسکا ہمکلام ہو جاویگا جیسا کہ ایک انسان کا عاشق اپنے معشوق کا ہمکلام ہو جاتا ہے افسوس کہ یہ لوگ تو ایسا عقیدہ بھی نہیں رکھتے۔ مگر ہم قبول نہیں کر سکتے کہ وید ان کو اس مرتبہ ہمکلامی سے محروم رکھنا چاہتا ہے بلکہ یہ ان لوگوں کی اپنی غلطیاں ہیں وید کا قصور نہیں۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ مذہب وہی مذہب ہے جو خدا کو ملا دے اور ہم کلامی کا مزہ چکھا دے ورنہ ایک گندی ہانڈی ہے جس میں بجز پلیدی کے اور کچھ نہیں۔

دوسرا طریق مذہب کے پرکھنے کا یہ ہے کہ سچا مذہب جیسا کہ خدا سے پیوند کراتا ہے ایسا ہی قوم میں پاکیزگی پھیلاتا ہے ہم کہہ چکے ہیں کہ آریہ سماج خدا سے پیوند نہیں کراتا بلکہ اُس پیدائشی پیوند کا بھی انکار کرتا ہے کہ جو بوجہ مخلوق ہونے کے ہر ایک روح کا اپنے پرمیشر سے

اور پاکیزگی کا نمونہ نیوگ کی تعلیم سے ظاہر ہے۔
شاباش اے سناتن دھرم کہ تو نے
نہ تو ہر ایک ذرہ اور ہر ایک جیو کو اپنے وجود
کا آپ ہی کو پرمیشر سمجھا اور نہ تو نے نیوگ
کے گند کو اپنے اعتقاد میں داخل کیا۔ سو میں
سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر تو اسقدر اور آگے
قدم بڑھا دے جو خدا رسیدہ جوگیوں کی طرح
ہو جائے جو پرمیشر کی محبت سے پُر ہوتے
ہیں اور ایسا اُس سے نزدیک ہو جائے
کہ مورتی پوجا کو بھی اپنے دل سے پھینک دے
تو پھر آریوں کے مقابل پر تیرا ہر میدان میں
فتح ہے وہ ایک راہ سے تیرے مقابل پر
آئیں گے اور سات راہ سے بھاگیں گے اور
یہ نئی بات نہیں قدیم سے جوگیوں کا جو محبت
کی آگ میں جلجاتے ہیں یہی مذہب ہے کہ بجز
پرمیشر اور سب ہیچ ہے۔

تیسرا طریق سچے مذہب کے پرکھنے کا یہ ہو
کہ وہ کہاں تک دنیا کے گند سے چھڑاتا اور خدا
تک پہونچاتا اور اُس پاکذات کو دکھلاتا ہے
سو آریہ مذہب اس مرتبہ سے کلی محروم ہے
اس لیے ان کے حصہ میں بجز گالیوں اور بد
زبانیوں اور توہین کے اور کچھ نہیں اور خود
ان کا اصول دو پرمیشر کی نسبت پاک اور نہ
قومی پاکیزگی کی نسبت پر تر ہے نہ ان میں
ان برکات کا کچھ حصہ ہے جو خدا رسیدہ لوگوں کو
ملتی ہیں پس مناسب ہے کہ قادیان کے سناتن دھرم
کے لوگ آریہ سماج کے ان دو اصولوں کے
رد اور کھنڈن کے لیے جو وہ لوگ پرمیشر کی
کم طاقتی اور نیوگ کی نسبت رکھتے ہیں کوئی
جلسہ کرنا چاہتے ہیں میرے نزدیک مناسب ہے
کہ دوسرے شہروں کے سناتن دھرم کے لوگ
انکی مدد کریں اور اگر ہم نے موجودہ حالات کے
لحاظ سے مناسب سمجھا تو ہم بھی انکی مدد سے
حصہ لیں گے۔ والسلام

خاکسار میرزا غلام احمد قادیانی

ابر رحمت

خطبہ عید اضحی

سورہ کوثر پر حضرت حکیم الامۃ کا وعظ

عید اضحی دارالامان میں ۱۱ مارچ ۱۹۰۳ء
بروز بدھ ہوئی۔ اس سے پہلی رات کو اور
اسدن خوب بارش تھا وہاں دارالامان میں
ہوئی راستے خراب ہو گئے اسلیے نماز عید دو
جگہ ادا ہوئی۔ مسجد اقصیٰ میں بھی اور مسجد
مبارک میں بھی۔ مسجد اقصیٰ میں حسب معمول
سابق نماز عید حضرت حکیم الامۃ نے پڑھائی۔
اور بعد نماز سورہ کوثر پر خطبہ پڑھا جو ہم
ناظرین کے فائدہ کے لیے درج کرتے ہیں
بعون و قوتہ تعالیٰ۔
(ایڈیٹر)

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ۔ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ۔ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ۔

یہ ایک سورۃ شریف ہے بہت ہی مختصر۔ لفظ
اتنے کم کہ سمجھنے والے کو کوئی ملال طوالت کا
نہیں۔ یہانتک کہ ایک چھوٹا سا بچہ بھی ایک
دن میں اسے یاد کرے۔ مگر ان کے مطالب اور
معانی کو دیکھو تو حیرت انگیز۔ انکو بیان کرنے سے
پہلے میں ایک ضروری بات سنانی چاہتا ہوں۔

واعظوں اور سامعین کی اقسام۔

اور وہ یہ ہے کہ جہانتک
میں غور کرتا ہوں واعظوں
اور سننے والوں کی دو قسم
پاتا ہوں۔ ایک وہ واعظ
ہیں جو دنیا کے لیے وعظ کرتے ہیں۔ دنیا کا وعظ
کرنے والے بھی پھر دو قسم کے ہیں ایک وہ
جو اپنے وعظ سے اپنی ذات کا فائدہ چاہتے ہیں
یعنی کچھ روپیہ حاصل کرنا چاہتے ہیں اور
ایک وہ لوگ ہوتے ہیں جنکی یہ غرض تو نہیں
ہوتی کہ خود کوئی روپیہ حاصل کریں مگر یہ مطلب
ضرور ہوتا ہے کہ سننے والوں کو ایسے طریقے
اور اسباب بتائیں جس سے وہ روپیہ کما سکیں
اور ترقی کرنے والے بنیں دنیا کے لیے

وعظ کرنے والوں میں اس قسم کے واعظ کی اغراض
ہمیشہ مختلف ہوتی ہیں کوئی تو جو لوگوں کو جوش دلاتا
ان میں مستعدی اور ہوشیاری پیدا کرنے
کے لیے تحریک کرتا ہے کہ وہ دشمن کے مقابلہ کے
لیے چست و چالاک ہو جائیں کوئی امور خانہ داری
کے متعلق۔ کوئی تجارت اور حرفہ کے لیے۔
مختصر یہ کہ انکی غرض انتظامی امور یا عامہ اصلاح
ہوتی ہے جو دوسرے الفاظ میں سیاسی یا پولیٹکل
تمدنی یا سوشل اصلاح ہے۔

اور وہ لوگ جو دین کے لیے وعظ کرنے کو
کھڑے ہوتے ہیں انکی بھی دو ہی حالتیں ہوتی
ہیں ایک وہ جو محض اس لیے کھڑے ہوتے ہیں
کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کریں اور امر بالمعروف
کا جو فرض انکو ملا ہے اسکو ادا کریں نبی نوع انسان
کی بھلائی کا جو حکم ہے اسکی تعمیل کریں اور اپنے
آپ کو اس خیر امت میں داخل ہونیکی فکر ہوتی ہو
جس کا ذکر یوں فرمایا گیا ہے کنتم خیر امة
اخرجت للناس الآیہ تم بہترین امة ہو جو
لوگوں کے لیے مبعوث ہوئے ہو امر بالمعروف
کرتے رہو اور نہی عن المنکر۔
اور ایک وہ ہوتے ہیں جنکی غرض دنیا کمانا
ہی نہیں ہوتی مگر یہ غرض ہی نہیں ہوتی کہ
وہ صرف حاضرین کو خوش کرنا چاہتے ہیں یا
انکی واہ واہ کی خواہش مند کہ کیا خوش تقریر یا موثر وعظ
ہے۔

دینی واعظوں میں سے پہلی قسم کے واعظ بھی
فتوحات ہی کا ارادہ کرتے ہیں مگر ملکی فتوحات
سے انکی فتوحات نرالی ہوتی ہیں انکی فتوحات
یہ ہوتی ہیں کہ برائیوں پر فتح حاصل کریں نیکی کی
حکومت کو وسیع کریں۔
جیسی واعظوں کی دو قسم ہیں ایسی ہی سننے والوں
کی بھی دو حالتیں ہیں۔ ایک وہ جو محض اس لیے
سنتے ہیں کہ اسکو سنکر اپنی اصلاح کریں اور دوسرے
جو اس لحاظ سے سنتے ہیں کہ واعظ انکا دوست ہے
یا کوئی ایسا ہی تعلق رکھتا ہے یعنی واعظ کی
خاطر داری سے۔ اب تم دیکھلو کہ تمہارا واعظ
کیسا ہے اور تم سننے والے کیسے؟ تمہارا دل
تمہارے ساتھ ہے اسکا فیصلہ تم کر لو میں جس نیت
اور غرض سے کھڑا ہوا ہوں وہ میں خوب جانتا
ہوں اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ درد دل کے ساتھ
خدا ہی کے لیے کھڑا ہوا ہوں۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک تقسیم
فرمائی ہے کہ واعظ یا مامور ہوتا ہے یا امیر یا متکبر
امیر وہ ہوتا ہے جسکو براہ راست اس کام کے لیے
مقرر کیا جاوے اور مامور وہ ہوتا ہے جسکو
ایک مرتبے کو تم لوگوں کو وعظ سنا دو اور متکبر وہ

جو محض ذاتی بڑائی اور نمود کے لیے کھڑا ہوتا ہو

پس یہ اقسام واعظوں کی ہیں۔

اب میں پھر تمہیں کہتا ہوں کہ اس بات پر غور کرو کہ تمہیں وعظ کہنے والا کیسا ہے؟ اور تم کیسا دل لیکر بیٹھے ہو۔؟ میرا دل اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر و ناظر ہے جو بات میری سمجھ میں مضبوط آتی ہے اُسے سنانا چاہتا ہوں اور وعظ کے لیے مجھے حکم ہوا ہے کہ تم مسجد میں جا کر نماز پڑھاؤ اس حکم کی تعمیل کے لیے کھڑا ہوتا ہوں اور سُناتا ہوں۔

میں دنیا پرست واعظوں کا دشمن ہوں کیونکہ انکی اغراض محدود ان کے حوصلے چھوٹے خیالات پست ہوتے ہیں جس واعظ کی اغراض دینی ہوں وہ ایک ایسی زبردست اور مضبوط چٹان پر کھڑا ہوتا ہے کہ دنیوی وعظ سب اس کے اندر آجاتے ہیں کیونکہ وہ ایک امر بالمعروف کرتا ہے ہر بھلی بات کا حکم دینے والا ہوتا ہے اور ہر بری بات سے روکنے والا ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف کو اللہ تعالیٰ نے مُهَيْمِن فرمایا یہ جامع کتاب ہے جس میں جیسے ایک ملٹری (فوجی) واعظ کو فتوحات کے طریقوں اور قواعد جنگ کی ہدایت ہے ویسے ہی نظام مملکت اور سیاست مدن کے اصول اعلیٰ درجہ کے بتائے گئے ہیں۔ غرض ہر رنگ اور ہر طرز کی اصلاح اور بہتری کے اصول بتاتا ہے۔

پس میں قرآن کریم جیسی کتاب کا واعظ ہوں جو تمام خوبیوں کی جامع کتاب ہے اور جو سکھ اور تمام کامیابی کی راہوں کی ہدایت کرنیوالی ہے اور اسی کتاب میں سے یہ چھوٹی سی سورۃ میں نے پڑھی ہے۔

قرآن کا طرز بیان ہم اور میں

میں اس سورۃ کے مطالب بیان کرنے سے پہلے یہ بات بھی تمہارے ذہن نشین کرنا چاہتا ہوں کہ قرآن شریف کا طرز بیان دو طرح پر واقع ہوا ہے۔ بعض جگہ تو اللہ تعالیٰ ایک فعل کو واحد متکلم یعنی میں کے لفظ کے ساتھ بیان فرماتا ہے اور بعض جگہ جمع متکلم یعنی ہم کے ساتھ۔ ان دونوں الفاظ کے بیان کا یہ سر ہے کہ جہاں میں کا لفظ ہوتا ہے وہاں کسی دوسرے کا تعلق ضروری نہیں ہوتا لیکن جہاں ہم ہوتا ہے وہاں اللہ تعالیٰ کی ذات اُسکے فرشتے اور مخلوق بھی اس کام میں لگی ہوئی ہوتی ہے۔ پس اس بات کو یاد رکھو۔ یہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ +

بے ریب ہم نے تجھکو دیا ہے الکوثر یعنی ہر ایک چیز میں بہت کچھ۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے ہم کا لفظ استعمال فرمایا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایسا کام ہے جسمیں آپ فضل کیا ہے فرشتوں اور مخلوق کو بھی لگایا ہے۔

بہت کچھ کے معنی مختلف حالتوں میں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تجھے بہت کچھ عطا فرمایا ہے اب غور طلب امر یہ ہے کہ اس بہت کچھ کی کیا مقدار ہے۔؟ تم میں سے بہت سے لوگ شہروں کے رہنے والے ہیں جنہوں نے امیروں کو دیکھا ہے بہت سے دیہات کے رہنے والے ہیں جنہوں نے غریبوں کو دیکھا ہے خدا تعالیٰ نے مجھے محض اپنے فضل سے ایسا موقع دیا ہے کہ میں نے غریبوں، امیروں کے علاوہ بادشاہوں کو بھی دیکھا ہے اور ان تینوں میں بہت بڑا فرق ہوتا ہے۔ انکی ہر چیز میں مراتب میں علی قدر مراتب امتیاز ہوتا ہے۔ مثلاً ایک کسی غریب کے گھر جا کر سوال کرے تو وہ اسکو ایک روٹی کا ٹکڑا دیدیتا ہے۔ انکی طاقت اتنی ہی ہے۔ لیکن جب ایک امیر کے گھر جاتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ اسکو کچھ دیدو۔ تو اسکی کچھ سے مراد تین چار روٹیاں ہوتی ہیں اور میں نے دیکھا ہے کہ جب بادشاہ کہتا ہے کہ کچھ دیدو تو اسکے کچھ سے مراد دس بیس ہزار روپیہ ہوتا ہے۔ اس سے عجیب بات پیدا ہوتی ہے جس قدر کسیکا حوصلہ ہوتا ہے اسی کے موافق اسکی عطا ہوتی ہے۔ اب اسپر قیاس کر لو یہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

ہم نے بہت کچھ دیا ہے اللہ تعالیٰ کی ذات کی کبریائی اسکی عظمت و جبروت پر نگاہ کرو۔ اور پھر اسکے عطیہ کا تصور کرو۔ دیکھو ایک چھوٹی سی شمع سورج اسنے بنایا ہے اسکی روشنی کیسی عالمگیر ہے ایک چھوٹی سی لالٹین چاند ہے اسکی روشنی کو دیکھو کسقدر ہے۔ کنووں سے پانی نکالنے میں کسقدر جدوجہد کرنی پڑتی ہے مگر اللہ تعالیٰ کی عطا پر دیکھو کہ جب وہ ابر برساتا ہے تو پھر کسقدر دیتا ہے۔

غرض یہ سیدھی سادھی بات ہو اور ایک مضبوط اصل ہے جسقدر کسی کا حوصلہ ہو اسی قدر وہ دیتا ہے پس اللہ تعالیٰ کی عظمت کے لحاظ سے اب اس لفظ کے معنی پر غور کرو کہ ہم نے بہت کچھ دیا ہے خدا کا بہت کچھ وہم و گمان میں بھی نہیں آ سکتا۔ اور پھر

بہ اندازہ بہری تھوڑی کرے یا حماقت حرکت ہوگی اور یہ ایسی ہی بات ہے جیسے اس وقت کوئی کوشش کرے کہ وہ بارش کے ان قطرات کو شمار کرنے لگے جو آسمان سے برس رہے ہیں (ایڈیٹر۔ جس وقت آپ یہ خطبہ پڑھ رہے تھے آسمان سے نزول باران رحمت ہو رہا تھا) ہاں یہ بیشک انسانی طاقت سے باہر نہیں ہے کہ جو کچھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا ہے اسکو سمجھ سکے چونکہ مجھے اللہ تعالیٰ کے محض فضل سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے اور آپ کی عظمت کا علم بھی مجھے دیا گیا ہے اسلیے میں اندازہ تو ان عطیات کا نہیں کر سکتا لیکن یوں سمجھ سکتا ہوں۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ابھی پیدا نہیں ہوئے تھے کہ آپ کا انتقال ہو گیا اور چلنے ہی لگے تھے کہ ماں کا انتقال ہوا۔ کوئی حقیقی بھائی آپ کا تھا ہی نہیں چنانچہ اسی کے متعلق فرمایا

الم یجدک یتیما +

ہم نے تجھے یتیم پایا تھا +

اس یتیم کو جسے خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے ہم نے بہت کچھ دیدیا خاتم الانبیاء۔ خاتم الرسل سارے علوم کا مالک ساری سلطنتوں کا بادشاہ بنا دیا۔ آپ کی عادت شریف ہی تھی کہ کبھی جو کچھ اتنا روپیہ مال آیا ہے مسجد ہی میں تقسیم کر دیا۔

غرض غور کرو کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم نے بہت کچھ دیا۔ کس قدر خیر کثیر آپکو دی گئی ہے۔ آپ کا دامن نبوۃ دیکھو تو وہ قیامت تک وسیع ہے کہ اب کوئی نبی نیا ہو یا پرانا آ ہی نہیں سکتا کسی دوسرے نبی کو اسقدر وسیع وقت نہیں ملا۔ یہ کثرت تو بلحاظ زمانہ کے ہوئی اور بلحاظ مکان یہ کثرت کہ

إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا

میں فرمایا کہ میں سارے جہان کا رسول ہوں یہ کوثر بلحاظ مکان کے عطا ہوئی۔ کوئی آدمی نہیں جو یہ کہدے کہ مجھے احکام الہی میں اتباع رسالت پناہی کی ضرورت نہیں کوئی بھی کوئی بالغ مرد بالغہ عورت کوئی ہو اس سے مستثنیٰ نہیں ہو سکتے۔ اب کوئی وہ خضر نہیں ہو سکتا جو لن تستطیع معی صبرا بول اٹھے یہ وہ موسیٰ ہے جس سے کوئی الگ نہیں ہو سکتا۔ کوئی آدمی مقرب نہیں ہو سکتا۔ جبتک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی اتباع نہ کرے۔

تعلیم اور کتاب میں وہ کاملیت اور جامعیت اور کثرت عطا فرمائی کہ فیہا کتب قیمۃ

کل دنیا کی معتبر کتابیں اور ساری صداقتیں اور سچائیاں اس میں موجود ہیں۔

ترقی مدارج بھی وہ کوثر ہے کیونکہ یہ سچی بات ہے الدال علی الخیر کفاعلہ پھر دنیا بھر کے نیک اعمال پر نگاہ کرو۔ جب کہ آل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو ان کے جزائے نیک آپ کے اعمال میں شامل ہو کر کیسی ترقی مدارج کا موجب ہو رہی ہے۔

اعمال میں دیکھو۔ اتباع۔ فتوحات۔ عادات۔ علوم۔ اخلاق۔ میں کس کس قسم کی کوثریں عطا فرمائی ہیں۔ آخر میں وہ بخشش بخشے نام لیکر عقل حیران ہوتی ہے ابوبکر۔ عمر۔ عثمان۔ علی۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین جیسے لوگ عباسیوں اور مروانیوں جیسے کہاں انتخاب سے ایسے آدمی مل سکتے ہیں کہ جہاں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پانی گرانے کا حکم دیں خون گرانے کے لیے طیار ہو جائیں جگہ وہ بخشش کہ ایران توران قیصر شام۔ ہند تمہارا ہی ہے وہ ہیبت اور جرأت ہمکو عطا فرمائی۔ کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کسی طرف کا ارادہ کرتے تو ایک مہینہ کی دور راہ کے بادشاہوں کے دل کانپ جاتے الرعب دیتا ہو تو اسطرح دیتا ہے۔

یہ بڑا لمبا مضمون ہے جو اس تھوڑے وقت میں بیان نہیں ہو سکتا۔ مختلف شاخوں اور شعبوں میں جو کوثر آپکو عطا ہوئی ایک مستقل کتاب اس پر لکھی جا سکتی ہے۔

باطنی دولت کا یہ حال ہے کہ تیرہ سو برس کی تو میں جانتا نہیں اپنی بات بتاتا ہوں جس قدر مذاہب ہیں میں نے انکو ٹٹولا ہے انکو پرکھ پرکھ کر دیکھا ہے۔ قرآن کریم کے تین تین لفظوں سے میں انکو رد کر سکنے کی طاقت رکھتا ہوں۔ کوئی باطل مذہب اسلام کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

یہ تجربہ کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کتاب اور طرز انسان کے پاس ہو تو باطل مذاہب خواہ وہ اندرونی ہوں یا بیرونی وہ ٹھہر نہیں سکتا۔

پھر استحکام و حفاظت مذہب کے لیے دیکھو جس قدر مذہب دنیا میں موجود ہیں یعنی جو اللہ تعالے کیطرف سے آئے ہیں انکی حفاظت کا ذمہ وار اللہ تعالی نے ان لوگوں کو ٹھیرایا ہے مگر قرآن کریم کی تعلیم کے لیے فرمایا انا له لحافظون یہ کیا کوثر ہے!!!

اللہ تعالے خود اس دین کی نصرت اور [illegible] حفاظت فرماتا اور اپنے مخلص بندوں کو دنیا میں بھیجتا ہے جو اپنے کمالات اور صفات آپ میں ایک نمونہ ہوتے ہیں انکو دیکھکر معلوم ہو جاتا ہے کہ ایک انسان کیونکر خدا تعالی کو اپنا بنا لیتا ہے۔ ہر صدی کے سر پر وہ ایک مجدد آتا ہے جو ایک خاص جماعت قائم کرتا ہے میرا اعتقاد تو یہ ہے کہ ہر ۲۵ - ۵۰ اور سو برس پر آتا ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا کوثر ہوگا؟

پھر سارے مذہب میں دعا کو مانتے ہیں اور اعتقاد رکھتے ہیں کہ جب بندہ اپنے مولیٰ سے کچھ مانگتا ہے تو اسے کچھ نہ کچھ ضرور ملتا ہے۔ گو مانگنے کے مختلف طریق ہیں مگر مشترک طور پر سب مانتے ہیں کہ جو مانگتا ہے وہ پاتا ہے اس اصل کو لیکر میں نے غور کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پہلو سے بھی کیا کچھ ملا ہے۔ ۱۳ سو برس سے برابر امت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے لیے اللھم صل علے محمد و علی ال محمد کہکر دعائیں کر رہی ہے۔ اور پھر اللہ اور اللہ کے فرشتے بھی اس درود شریف کے پڑھنے میں شریک ہیں اور ہر وقت یہ دعا ہو رہی ہے کیونکہ دنیا پر کسی نہ کسی نماز کا وقت موجود رہتا ہے اور علاوہ نماز کے پڑھنے والے بھی بے انتہا ہیں۔ اب سوچو کہ اس ۱۳ سو برس کے اندر کسقدر روحوں نے کس جوش اور تڑپ کے ساتھ اپنے محبوب و آقا کیلئے اور آپ کے مدارج عالیہ کی ترقی کے لیے اللھم صل علے محمد کہکر دعائیں مانگی ہونگی پھر ان دعاؤں کے ثمرہ میں جو کچھ آپکو ملا کیا اس کی کوئی حد ہو سکتی ہے؟

اگر دعا کوئی چیز ہے؟ اور ضرور ہے تو پھر اس پہلو سے آپ کے مدارج اور مراتب کی نظیر پیش کرو۔ کیا دنیا میں کوئی قوم اور امت ایسی ہے جس نے اپنے نبی اور رسول کے لیے یہ التزام دعا کا کیا ہو؟ کوئی بھی نہیں۔ کوئی عیسائی مسیح کے لیے یہودی موسیٰ کے لیے سناتنی شنکر اچاریہ کے لیے دعائیں مانگنے والا نہیں ہے۔

اس دنیا کے مدارج کو تو ان امور پر قیاس کرو اور آگے جو کچھ آپ کو ملا ہے وہ وہاں جا کر معلوم ہو جاوے گا۔ مگر اسکا اندازہ بھی بہت کچھ سے ہو سکتا ہے۔ کہ برزخ میں حشر میں اور پھر بہشت میں غرض کوثر ہی کوثر ہوگا۔

اس عاجز انسان اور اسکی ہستی کو دیکھو کہ کیسی ضعیف اور ناتوان ہے لیکن جب اللہ تعالے اسکے بنانے پر آتا ہے تو اس عاجز انسان کو اپنا بنا کر دکھا دیتا ہے اور ایک اُجڑی بستی کو آباد کر دیتا ہے کیا عجب انگیز نظارہ ہے بڑے بڑے شہروں اور بڑے بڑے اکثر باز مدبروں کو محروم کر دیتا ہے حالانکہ وہاں ہر قسم کی ترقی کے اسباب موجود ہوتے ہیں اور علم و واقفیت کے ذرائع وسیع مثلاً اس وقت دیکھو کہ کسی بستی کو اس نے برگزیدہ کیا؟ جہاں نہ ترقی کے اسباب نہ معلومات کی توسیع کے وسائل نہ علمی چرچے نہ مذہبی تذکرے نہ کوئی دار العلوم نہ کوئی کتب خانہ! **صرف خدائی ہاتھ ہے** جس نے اپنے بندہ کی خود تربیت کی اور عظیم الشان نشان دکھایا غور کرو کہ کسطرح اللہ تعالے ثابت کرتا ہے کہ اس نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو کوثر عطا فرمایا۔ لیکن غافل انسان نہیں سوچتا۔ افسوس تو یہ ہے کہ جیسے اور لوگوں کے غفلت کی ویسی ہی غفلت کا شکار مسلمان ہوئے۔

آہ اگر وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عالی مدارج پر خیال کرتے اور خود بھی اپنے حصے لینے کے آرزومند ہوتے تو اللہ تعالے انکو بھی کوثر عطا فرماتا۔

میں دیکھتا ہوں کہ جھوٹ بولنے میں دلیر فریب و دغا میں بیباک ہو رہے ہیں نماز وغیرہ میں سستی قرآن کے سمجھنے میں سستی اور غفلت سے کام لیا جاتا ہے اور سب سے بدتر سستی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چال چلن کی خبر نہیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ عیسائی اور آریہ آپکے چال چلن کو تلاش کرتے ہیں اگرچہ اعتراض کرنے کیلیے مگر کرتے تو ہیں مسلمانوں میں اسقدر سستی ہے کہ وہ کبھی دیکھتے ہی نہیں۔ اسوقت جتنے یہاں موجود ہیں انکو اگر پوچھا جاوے تو شاید ایک بھی ایسا نہ ملے جو یہ بتا سکے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی معاشرت کیسی تھی آپ کا سونا کیسا تھا جاگنا کیسا۔ مصائب اور مشکلات میں کیسی استقلال اور علو ہمتی سے کام لیا۔ اور رزم میں کیسی شجاعت اور جرأت دکھائی۔ میں یقیناً کہتا ہوں کہ ایک بھی ایسا نہیں جو تفصیل کے ساتھ آپکے واقعات زندگی پر اطلاع رکھتا ہو۔ باقی آئندہ

انوار احمدیہ پریس میں شیخ یعقوب علی تراب احمدی کے اہتمام سے چھپکر بفضلہ تعالے شائع ہوا

جو ایمان کے بعد پیدا ہوتی ہے اب اسے تلاش کرو کہ کہاں ہے نہ ہو او یہ نہیں ہے وہ آگ جہنمی والے صوفیوں میں۔ گو سادہ صورت میں رکعات سے بےخبر ہو کر ہزارہا سال تک بھی اگر ٹکریں مارتے رہیں تو کچھ نہیں بنتا۔ یہ لحوم اور دما ہیں تقوی نہیں پھر لحوم اور دماء اللہ تعالے کو کیسے پہونچ سکتے ہیں؟

دہریہ روح کا ہی انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ کوئی چیز ہے ہی نہیں۔ اور پھر کہتے ہیں کہ حشر اجساد کوئی چیز نہیں یہاں روح متنعم پا کر آئندہ کیا کرے گا۔ یہ خیالی باتیں ہیں انمیں معقولیت نہیں ہے۔ اگر روح کوئی چیز نہیں ہے تو پھر یہ کیا بات ہے کہ جسم پر جو فعل واقع ہوتے ہیں انکا اثر اندرونی قوتوں پر بھی پڑتا ہے مثلاً اگر مقدم الراس پر چوٹ لگ جاوے تو اس صدمہ کے ساتھ انسان مجنون ہو جاتا ہے یا حافظہ جاتا رہتا ہے مجنون کی روح تو وہی ہے نقص تو جسم میں ہے جسم کا اگر اچھا انتظام نہ رہے تو روح بیکار ہو جاتا ہے۔ وہ بدوں جسم کسی کام نہیں ہے اس لیے ہمیشہ جسم کا محتاج ہے جسکا انتظام عمدہ ہو۔ روحانی حالت بھی اچھی ہوگی چھوٹے بچے میں کیوں اتنی سمجھ نہیں ہوتی کہ وہ عواقب الامور کو سمجھ سکے اسکی وجہ یہی ہے کہ ان میں ابھی قوتوں کا نشوونما کامل نہیں ہوا ہوتا۔

اسی طرح پیٹ میں جو نطفہ جاتا ہے کسی کو کچھ معلوم نہیں کہ روح اسکے ساتھ کہاں سے چلی جاتی ہے اسکے ساتھ ہی دراصل ایک مخفی قوت چلی جاتی ہے جو انبساط اور نشاط کا باعث ہوتی ہے اسی طرح اناج میں بھی وہی کیفیت چلی آتی ہے اسی کیطرف مولوی معنوی نے اشارہ کر کے کہا ہے

ہفتصد ہفتاد قالب دیدہ ام
ہمچو سبزہ بار ہا روئیدہ ام

نافہم اور کوڑ مغز لوگوں نے اس شعر کو تناسخ پر حمل کر لیا ہے اور کہتے ہیں کہ اس سے تناسخ ثابت ہوتا ہے۔ مگر انکو معلوم نہیں کہ یہ تو دراصل تغیرات نطفہ کیطرف ایما ہے۔ یعنی جن جن تغیرات سے نطفہ طیار ہوتا ہے اسکو اس شعر میں ظاہر کیا گیا ہے۔ شاید بہت تھوڑے آدمی ایسے ہوں گے جنکو یہ معلوم ہو کہ نطفہ بہت سے تغیرات سے بنتا ہے جس اناج سے نطفہ بنتا ہے نطفہ کی حالت میں آنے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اسکو بہت سے تغیرات میں ڈالا ہے۔ اور پھر اسکو محفوظ رکھا ہے کیونکہ وہ درحقیقت نطفہ ہے اپنے وقت پر وہ پیسا بھی جاتا ہے اور اس سے روٹی بھی طیار کی جاتی ہے لیکن وہ محفوظ کا محفوظ چلا آتا ہے۔ آجکل نطفہ کے متعلق جو تحقیقات ہوئی ہے تو ڈاکٹر کہتے ہیں کہ اسمیں کیڑے ہوتے ہیں یہ ایک الگ امر ہے لیکن اسمیں کوئی شک نہیں کہ اصل میں وہ ایک قوت ہے جو برابر محفوظ چلی آتی ہے ممکن ہے کہ یہ کیڑے ڈاکٹروں نے سمجھا ہو وہ اسی قوت کو سمجھا ہو۔ ہر اناج کے ساتھ انسانیت کا خاصہ نہیں بلکہ وہ جوہر قابل الگ ہی ہے اور اسکو وہی کھاتا ہے جس کے لیے وہ مقدر ہوتا ہے اور وہ اسی دانہ کے لیے مقدر ہوتا ہے۔ تو وہ نطفہ جس میں اور تعلقات کی جڑ ہے بڑھتا جاتا ہے یہاں تک کہ مضغہ علقہ وغیرہ چھ حالتوں میں سے گذرتا ہے اور ان چھ تغیرات کے بعد ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ کا وقت آتا ہے۔ اب اس آخری تبدیلی کو نشاء آخری کہا ہے یہ نہیں کہا ثم انزلناہ من وحیًا آخر۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ باہر سے کوئی چیز نہیں آتی۔ اب اسکو خوب غور سے سوچو تو معلوم ہوگا کہ روح کا جسم کے ساتھ کیسا ابدی تعلق ہے پھر یہ کیسی بیہودگی ہے جو کہا جاوے کہ جسم کا روح کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے یہ کس قدر زبردست ثبوت روح کی ہستی کا ہے اسکو کوئی معمولی نگاہ سے دیکھے تو اور بات ہے لیکن معقولیت اور فلسفہ سے سوچے تو اس سے انکار نہیں کر سکتا۔

اسی طرح ایک اور بات بھی قابل غور ہے کہ دنیا میں کبھی کوئی شخص کامیاب نہیں ہوا جو جسم اور روح دونوں سے کام نہ لے۔

اگر روح کوئی چیز نہیں تو ایک مردہ جسم سے کوئی کام کیوں نہیں ہو سکتا۔ کیا اس کے سارے اعضا اور قویٰ موجود نہیں ہوتے

اب یہ بات کیسی صفائی کے ساتھ سمجھ میں آتی ہے کہ روح اور جسم کا تعلق جبکہ ابدی ہے پھر کیوں کسی ایک کو بیکار قرار دیا جاوے دعا کے لیے بھی یہی قانون ہے کہ جسم تکالیف اٹھائے اور روح گداز ہو اور پھر صبر اور استقلال سے اللہ تعالے کی ہستی پر ایمان لا کر حسن ظن سے کام لیا جاوے۔ باقی دارد

حضرت امام آخر الزمان کی ڈائری

۴ مارچ ۱۹۰۳ء

فرمایا کہ جو شخص خدا کیطرف قدم اٹھاتا ہے خدا سے نور اترتا ہے اپنے فرشتوں کو اُس کی خدمت کے واسطے مامور کرتا ہے۔ جو اسکے واسطے کچھ کھوتا ہے اسکو اُس سے ہزار چند دیا جاتا ہے۔ دیکھو صحابہ رضہ میں سے سب سے پہلے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالے عنہ نے اپنا سارا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر دیا تھا اور کمبل پوش بن بیٹھا تھا۔ مگر جب خدا نے اُسے دیا تو کیا دیا۔ دیکھو کیسی مناسبت ہے کہ اُس نے چونکہ سب صحابہ سے اول خرچ کیا تھا اُسے سب سے پہلے خلافت کا تخت عطا کیا گیا۔ غرض خدا کوئی بخیل نہیں اور نہ اُسکے فیض خاص خاص ہیں بلکہ ہر ایک جو صدق دل سے طالب بنتا ہے اُسے عزت دیجاتی ہے۔

یہ ہمارے دشمن تو اللہ تعالٰے سے جنگ کرتے ہیں۔ بھلا ان سے آسمانی باتیں اور تائیدات روکی جا سکتی ہیں ہرگز نہیں پرنالہ کے پانی کو تو کوئی روک بھی سکتا ہے مگر جو آسمان سے موسلا دھار بارش ہونے لگجاوے اسکو کون روک سکے گا اور اُس کے آگے کونسا بند لگا دیں گے۔ ہمارا تو سارا کاروبار ہی آسمانی ہے۔ پھر بھلا کسی کی کیا مجال کہ اسمیں کسی قسم کا حرج یا خلل واقع کر سکے۔

ایک خواب کی تعبیر میں فرمایا کہ اصل میں زیادہ لمبی لبیں (موچھیں) رکھنا بھی تکبر اور رعونت کو بڑھاتا ہے۔ اسی واسطے شریعت اسلام نے فرمایا ہے کہ موچھیں کٹواؤ اور داڑھی کو بڑھاؤ۔ یہود اور عیسائی اور ہندوؤں کا کام ہے کہ وہ اکثر تکبر سے موچھوں کو بڑھاتے اور تاؤ دیکر ایک متکبرانہ وضع بناتے ہیں۔ خصوصاً سکھ لوگ۔ مگر ہماری شریعت کیا پاک ہے کہ جس جگہ سے کسی قسم کی بدی کا احتمال بھی تھا اُس سے بھی منع کر دیا۔ بھلا یہ باتیں کسی اور میں کہاں پائی جاتی ہیں۔

دربار شام

۵ مارچ

حضرت اقدس نے فارسی میں فرمایا [illegible]

کہا جاتا ہے۔

فرمایا۔ خدا تعالیٰ نے یہ بات میرے دل میں ڈالی ہے اور میری فطرت میں رکھدی ہے کہ جب کوئی دوست مجھ سے الگ ہونے لگتا ہے مجھے سخت قلق اور درد محسوس ہوتا ہے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ خدا جانے زندگی کا بھروسہ نہیں پھر ملاقات نصیب ہوگی یا نہیں۔ پھر میرے دل میں خیال آجاتا ہے کہ دوسروں کے بھی تو حقوق ہیں۔ بیوی ہے بچے ہیں اور اور رشتہ دار ہیں۔ مگر تاہم جو چندروز بھی ہمارے پاس رہتا ہے اُسکے جدا ہونے سے ہماری طبیعت کو صدمہ ضرور ہوتا ہے۔ ہم پہلے تھے اب بڑھاپے تک پہونچ گئے ہیں ہمنے تجربہ کر کے دیکھا ہے کہ انسان کے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں۔ بجز اس کے کہ انسان خدا کے ساتھ تعلق پیدا کرے۔ ساری عقدہ کشائیاں دعا سے ہو جاتی ہیں۔ ہمارے ہاتھ میں بھی اگر کسی کی خیر خواہی ہے تو کیا ہے صرف ایک دعا کا آلہ ہی ہے جو خدا نے ہمیں دیا ہے۔ کیا دوست کے لیے اور کیا دشمن کے لیے۔ ہم سیاہ کو سفید اور سفید کو سیاہ نہیں کر سکتے ہمارے بس میں ایک ذرہ بھر بھی نہیں ہے مگر جو خدا ہمیں اپنے فضل سے عطا کر دے۔

انسان کو مشکلات کے وقت اگر اضطراب تو ہوتا ہے مگر چاہیے کہ توکل کو کبھی ہاتھ سے نہ دے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بدر کے موقع پر سخت اضطراب ہوا تھا چنانچہ عرض کرتے تھے کہ یا رب ان اھلکت ھذہ العصابۃ فلن تعبد فی الارض ابدًا۔ مگر آپ کا اضطراب فقط بشری تقاضا سے تھا کیونکہ دوسری طرف توکل کو آپ نے ہرگز ہاتھ سے نہیں جانے دیا تھا۔ آسمان کی طرف نظر تھی اور یقین تھا کہ خدا تعالیٰ مجھے ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔ یاس کو قریب نہیں آنے دیا تھا۔ ایسے اضطرابوں کا آنا تو انسانی اخلاق اور مدارج کی تکمیل کے واسطے ضروری ہے مگر انسان کو چاہیے کہ یاس کو پاس نہ آنے دے۔ کیونکہ یاس تو کفار کی صفت ہے۔ انسان کو طرح طرح کے خیالات اضطراب کا وسوسہ ڈالتے ہیں مگر ایمان ان وساوس کو دور کر دیتا ہے۔ بشریت اضطراب خرید تی ہے اور ایمان اسکو دفع کرتا ہے۔ دیکھو ایمان جیسی کوئی چیز نہیں ایمان سے عرفان کا پھل پیدا ہوتا ہے۔ ایمان تو محنت

اور کوشش کو چاہتا ہے اور عرفان خدا تعالیٰ کی موہبت اور انعام ہوتا ہے۔ عرفان سے مراد کشوف اور الہامات جو ہر قسم کی شیطانی آمیزش اور ظلمت کی ملونی سے مبرا ہوں اور نور اور خدا کیطرف سے ایک شوکت کے ساتھ ہوں وہ مراد ہیں۔ اور یہ خدا تعالیٰ کا فضل اور اسکی طرف سے موہبت اور انعام ہوتا ہے۔ یہ چنیں کچھ کسبی چیز نہیں مگر ایمان کسبی چیز ہوتا ہے۔ اسی واسطے اوامر ہیں کہ یہ کرو۔ غرض ہزاروں احکام ہیں اور ہزاروں نواہی ہیں اُنپر پوری طرح سے کاربند ہونا ایمان ہے غرض ایمان ایک خدمت ہے جو ہم بجا لاتے ہیں اور عرفان اُسپر ایک انعام اور موہبت ہے۔ انسان کو چاہیے کہ خدمت کیئے جاوے آگے انعام دینا خدا کا کام ہے۔ یہ مومن کی شان سے بعید ہونا چاہیے کہ وہ اُس انعام کے واسطے خدمت کرے۔ مکاشفات اور الہامات کے ابواب کے کھلنے کے واسطے جلدی نہ کرنی چاہیے۔ اگر تمام عمر بھی کشوف اور الہامات نہ ہوں تو گھبرانا نہ چاہیے۔ اگر یہ معلوم کرو کہ تم میں ایک عاشق صادق کی سی محبت ہو جسطرح وہ اُس کے ہجر میں اُس کے فراق میں بھوکا مرتا ہے پیاس سہتا ہے نہ کھانے کا ہوش ہے نہ پانی کی پروا نہ اپنے تن بدن کی کچھ خبر۔ اسی طرح تم بھی خدا کی محبت میں ایسے محو ہو جاؤ کہ تمہارا وجود ہی درمیان سے گم ہو جاوے پھر اگر ایسے تعلق میں انسان مر بھی جاوے تو بڑا ہی خوش قسمت ہے۔ ہمیں تو ذاتی محبت سے کام ہے نہ کشوف کی غرض۔ نہ الہام کی پروا۔ دیکھو جسطرح ایک شرابی شراب کے جام کے جام پیتا ہے اور لذت اٹھاتا ہے اسی طرح تم اسکی ذاتی محبت کے جام بھر بھر پیو جسطرح وہ دریا دل ہوتا ہے اسی طرح تم بھی کبھی سیر نہ ہونے والے بنو۔ جب تک انسان اس امر کو محسوس نہ کرے کہ میں محبت کے ایسے درجہ کو پہنچ گیا ہوں کہ اب عاشق کہلا سکوں تب تک پیچھے ہرگز نہ ہٹے قدم آگے ہی آگے رکھتا جاوے۔ اور اس جام کو منہ سے نہ ہٹنے دے اپنے آپکو اُس کے لیے بیقرار و شیدا و مضطر بنا لو اگر اس درجہ تک نہیں پہونچے تو کوتاہی کے کام کے نہیں۔ ایسی محبت ہو کہ خدا کی محبت کے مقابل پر کسی چیز کی پروا نہ ہو۔ نہ کسی قسم کی طمع کے مطیع ہو اور نہ کسی قسم کے خوف کا نہیں خوف ہو سے پنچ

کسی کا شعر ہے کہ

آنکہ ترا شناخت جانرا چہ کند
فرزند و عیال و خانماں را چہ کند
دیوانہ کنی ہر دو جہانش بخشی
دیوانۂ تو ہر دو جہاں را چہ کند

میں تو اگر اپنے فرزندوں کا ذکر کرتا ہوں تو نہ اپنی طرف سے بلکہ مجھے تو مجبوراً کرنا پڑتا ہے کیا کروں اگر اس کے انعامات کا ذکر نہ کروں تو گنہگار ٹھہروں چنانچہ ہر لڑکے کے پیدا ہونے سے پہلے ہی اُس نے خود اپنی طرف سے بشارت دی۔ اب میں کیا کروں۔ غرض انسان کا اصل مدعا تو صرف یہی چاہیے کہ کسی طرح خدا کی رضا مل جاوے۔

نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم

مدار نجات صرف یہی امر ہے کہ سچا تقویٰ اور خدا کی خوشنودی اور خالق کی عبادت کا حق ادا کیا جاوے۔ الہامات و مکاشفات کی خواہش کرنا کمزوری ہے مرنے کے وقت جو چیز انسان کو لذت دہ ہوگی وہ صرف خدا تعالیٰ کی محبت اور اُس سے صفائی معاملہ اور آگے بھیجے ہوئے اعمال ہوں گے۔ جو ایمان صادق اور ذاتی محبت سے صادر ہوئے ہوں گے من کان للہ کان اللہ لہ۔ اصل میں جو عاشق ہوتا ہے آخرکار ترقی کرتے کرتے وہ معشوق بنجاتا ہے۔ کیونکہ جب کوئی کسی سے محبت کرتا ہے تو اُسکی توجہ بھی اُسکی طرف پھرتی ہے اور آخرکار ہوتے ہوتے کشش سے وہ اُس سے محبت کرنے لگتا ہے اور عاشق معشوق کا معشوق بنجاتا ہے۔ جب جسمانی مجازی عشق و محبت کا یہ حال ہے کہ ایک معشوق اپنے عاشق کا عاشق بنجاتا ہے تو کیا روحانی رنگ میں جو اس سے زیادہ کامل ہے ایسا ممکن نہیں کہ جو خدا سے محبت کرنے والا ہو آخرکار خدا اُس سے محبت کرنے لگے اور وہ خدا کا محبوب بن جاوے۔ مجازی معشوقوں میں تو ممکن ہے کہ معشوق کو اپنے عاشق کی محبت کا پتہ نہ لگے مگر وہ خدا تعالیٰ علیم بذات الصدور ہے اس سے انسان مظہر کرامات الٰہی اور مورد عنایات ایزدی ہو جاتا ہے اور خدا تعالیٰ کی چادر میں مخفی ہو جاتا ہے۔ ان مکاشفات اور رؤیا اور الہامات کیطرف سے توجہ پھیر لو اور ان امور کیطرف تم خود بخود جرأت کر کے درخواست نہ کرو۔ ایسا نہ ہو کہ جلدبازی کرنے والے ٹھیرو۔ اکثر لوگ میرے پاس آتے ہیں کہ ہمیں کوئی ایسا ورد وظیفہ بتا دو کہ جس سے ہمیں الہامات اور مکاشفات

ہیں تب شروع ہو جاویں۔ مگر میں انکو کہتا ہوں
کہ ایسا کرنے سے انسان مشرک بنجاتا ہے۔
شرک یہی نہیں کہ بتوں کی پوجا کی جاوے
بلکہ سخت شرک اور بڑا مشکل مرحلہ تو نفس کے
بت کو توڑنا ہوتا ہے۔ تم ذاتی محبت خدا سے
اور اپنے اندر وہ قلق وہ سوزش وہ گداز
وہ رقت پیدا کرو جو ایک عاشق صادق کے
اندر ہوتی ہے۔ دیکھو کمزور ایمان جو طمع یا
خوف کے سہارے پر کھڑا ہو وہ کام نہیں آتا۔
بہشت کی طمع یا دوزخ کا خوف وغیرہ اسکو
پر اپنے ایمان کا تکیہ نہ لگاؤ۔ بھلا کبھی کسی نے
کوئی عاشق دیکھا ہے کہ وہ معشوق سے کہتا ہو
کہ میں تو تجھ پر اس واسطے عاشق ہوں کہ تو مجھے
اتنا روپیہ یا فلاں شے دیدے۔ ہرگز نہیں
دیکھو ایسی طبعی محبت پیدا کرو جیسے ایک
ماں کو اپنے بچے سے ہوتی ہے۔ ماں کو نہیں معلوم
ہوتا کہ وہ کیوں بچے سے محبت کرتی ہے۔ اُس
میں ایک طبعی کشش اور ذاتی محبت ہوتی ہے
دیکھو اگر کسی ماں کا بچہ گم ہو جاوے اور رات
کا وقت ہو تو اسکی کیا حالت ہوتی ہے۔ جوں
جوں رات زیادہ ہوگی اور اندھیرا بڑھتا جاویگا
اسکی حالت دگرگوں ہوتی جاویگی گویا زندہ ہی
مرگئی ہے۔ مگر جب اچانک اُسے اُس کا فرزند
ملجاوے تو اسکی وہ حالت کیسی ہوتی ہے
ذرا مقابلہ کر کے تو دیکھو۔ پس صرف ایسی محبت
ذاتی اور ایمان کامل سے ہی انسان وصال الٰہی
میں پہونچ سکتا ہے۔ سارے رسول خدا
تعالیٰ کو اسی لیے پیارے نہ تھے کہ انکو
الہامات ہوتے ہیں ان کے واسطے مکاشفات
کے دروازے کھولے گئے ہیں نہیں بلکہ انکی
ذاتی محبت کی وجہ سے وہ ترقی کرتے کرتے
خدا کے معشوق اور محبوب بن گئے تھے اسی
واسطے کہتے ہیں کہ نبی کی نبوت سے اسکی ولایت
افضل ہے+

اسی لیے میں نے اپنی جماعت کو بار ہا تاکید کی ہے
کہ تم کسی چیز کی بھی ہوس نہ رکھو پاک دل اور
بے طمع ہو کر خدا کی محبت ذاتی میں ترقی کرو۔
جبتک ذاتی محبت نہیں تب تک کچھ بھی نہیں
مگر جو کہتے ہیں کہ ہمکو خدا سے ذاتی محبت ہے
اور اُس کے نشان اُنہیں نہیں پائے جاتے
یہ ان کا دعویٰ غلط ہے۔ کیا وجہ ہے کہ ایک
مجازی عاشق میں تو عشق کے آثار اور نشانات
کھل کھلے پائے جائیں بلکہ کہتے ہیں کہ عشق
چھپائے سے چھپ نہیں سکتا تو کیا وجہ کہ ذاتی
عشق پوشیدہ رہ جاوے اسکے کچھ نشان ظاہر
نہ ہوں۔ دھوکا کھاتے ہیں ایسے لوگ۔ نہیں
محبت ہی نہیں ہوتی اسی واسطے اللہ تعالیٰ
فرماتا ہے کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ
یعنی صادق لوگوں کے ساتھ معیت اختیار کرو
اُن کی صحبت میں مدتہائے دراز تک رہو
کیونکہ ممکن ہے کہ کوئی شخص چند روز ان
کے پاس رہ جاوے اور ان ایام میں حکمت الٰہی
سے کوئی ایسا امر واقع نہ ہو۔ کیونکہ اُن لوگوں
اپنے اختیار میں تو نہیں کہ جب چاہیں کوئی
نشان دکھا دیں۔ اسی واسطے ضروری ہے
کہ انکی صحبت میں لمبے عرصہ اور دراز مدت
گذر جاوے۔ بلکہ نشان دکھانا تو درکنار یہ
لوگ تو اپنے خدا کے ساتھ کے تعلقات کا
اظہار بھی گناہ جانتے ہیں۔ لکھا ہے کہ اگر کوئی
ولی خلوت میں اپنے خدا کے ساتھ خاص تعلق
اور تعلق کے جوش میں ہو اور اسپر وہ حالت
طاری ہو ایسے وقت میں اگر کوئی شخص اسکے
اس حال سے آگاہ ہو جاوے تو وہ ولی شخص
ایسا شرمندہ اور پسینہ پسینہ ہو جاتا ہے
جیسے کوئی زانی عین زنا کی حالت میں پکڑا
جاوے+ کیونکہ یہ لوگ اپنے راز کو پوشیدہ
رکھنا چاہتے ہیں+

چونکہ طبعاً ایسا معاملہ تھا خدا نے اسی واسطے کہا
کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ
کفار نے جو یہ کہا تھا کہ مَالِ هٰذَا الرَّسُوۡلِ
يَاۡكُلُ الطَّعَامَ وَيَمۡشِىۡ فِى الۡاَسۡوَاقِ
تو انہوں نے بھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی ظاہری حالت دیکھکر ہی یہ کلمہ مُنہ سے نکالا
کہ کیا ہے جی یہ تو ہمارے جیسا آدمی ہی ہے
کھاتا پیتا بازاروں میں پھرتا ہے۔ اسکی وجہ
صرف یہ تھی کہ انکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی صحبت کا فیض نہ تھا کہ انکو کوئی رسالت کا
امر نظر آتا وہ معذور تھے انہوں نے جو کچھ دیکھا
تھا اُسی کے مطابق رائے زنی کر دی۔ پس
اسواسطے ضروری ہے کہ ماموروں اور صادقوں کی صحبت
میں دیر تک رہا جاوے ممکن ہے کہ کوئی جینے
نشان کوئی نہ دیکھا ہو کہدے کہ ابھی ہماری طرح
نماز روزہ کرتا ہے اور کیا ہے+ دیکھو حج
کے واسطے جانا خلوص اور محبت سے آسان ہے
مگر واپسی ایسی حالت میں مشکل بہت ہے جو
وہاں سے نامراد اور سخت دل ہو کر آتے ہیں
اسکی یہی وجہ ہے کہ وہاں کی حقیقت انپر ظاہر
نہیں ہوئی۔ قشر کو دیکھکر رائے زنی کرنے
لگ جاتے ہیں وہ انکے فیض سے محروم رہتے
ہیں۔ اپنی بدکاریوں کیوجہ سے اور پھر الزام
دوسروں پر دھرتے ہیں۔ اسواسطے ضروری ہے
کہ ماموروں کی خدمت میں صدق اور استقلال سے
کچھ عرصہ رہا جاوے تاکہ انکے اندرونی حالات
سے بھی آگاہی ہو اور صدق پورے طور پر
نورانی ہو جاوے + + +

نظر آئیگی دنیا کو ترے اسلام کی رفعت
مسیحا کا بنے گا جب یہاں مینار اللہ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آخر منارۃ المسیح کا
بنیادی پتھر ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۲۰ھ مطابق ۱۳
مارچ ۱۹۰۳ء بروز جمعہ رکھا گیا+

بعد نماز جمعہ حضرت حجۃ اللہ المسیح الموعود علیہ
الصلوٰۃ والسلام کے حضور ہمارے مکرم دوست
حکیم فضل الٰہی صاحب لاہوری۔ مرزا خدا بخش
صاحب۔ شیخ مولا بخش صاحب۔ قاضی ضیاء
الدین صاحب وغیرہ احباب نے عرض کی کہ
حضور منارۃ المسیح کی بنیادی اینٹ حضور کے
دست مبارک سے رکھی جاوے تو بہت ہی
مناسب ہو۔ فرمایا کہ ہمیں تو ابھی تک معلوم
بھی نہیں کہ آج اس کی بنیاد رکھی جاوے گی
اب آپ ایک اینٹ لے آئیں میں اسپر دعا
کروں گا۔ اور پھر جہاں میں کہوں وہاں آپ
جاکر رکھدیں۔ چنانچہ حکیم فضل الٰہی صاحب
اینٹ لے آئے اعلیٰ حضرت نے اسکو ران
مبارک پر رکھ لیا۔ اور بڑی دیر تک آپنے
لمبی دعا کی۔ معلوم نہیں کہ آپ نے کیسی کیسی
اور کس کس جوش سے دعائیں اسلام کی عظمت
و جلال کے اظہار اور اسکی روشنی کے کل اقطاع
و اقطار عالم میں پھیل جانیکی کی ہونگی۔ وہ
وقت قبولیت کا وقت معلوم ہوتا تھا
جمعہ کا مبارک دن اور حضرت مسیح موعود
منارۃ المسیح کی بنیادی اینٹ رکھنے

پہلے اسکے لیے دلی جوش کے ساتھ دعائیں مانگ رہے ہیں۔ یعنی دعا کے بعد آپ نے اس اینٹ پر دم کیا اور حکیم فضل الٰہی صاحب کو دی کہ آپ اسکو منارۃ المسیح کے مغربی حصہ میں رکھدیں۔ حکیم صاحب موصوف اور دوسرے احباب اس مبارک اینٹ کو لیکر جب مسجد کو چلے تو راستے میں مولانا مولوی عبد الکریم صاحب نماز جمعہ پڑھا کر واپس آ رہے تھے۔ مولوی صاحب کا معمول ہے کہ نماز جمعہ سے فارغ ہوکر دیر تک مسجد اقصیٰ میں بیٹھا کرتے ہیں کیونکہ بیرونجات کے احباب آپ کے گرد جمع ہو جاتے اور ہفتہ کے حالات سنا کرتے ہیں یا بعض مسائل دریافت کرتے ہیں۔ آج بھی اس معمول کے موافق آپ دیر سے آ رہے تھے راستہ میں جب یہ حال آپ کو معلوم ہوا تو فرط شوق سے آپ کا دل بھر آیا اور اس اینٹ کو لیکر اپنے سینہ سے لگایا اور بڑی دیر تک انھوں نے دعا کی اور کہا کہ یہ آرزو ہے کہ یہ فضل ملا کہ ہمیں شہادت کے طور پر ہے۔ آخر وہ اینٹ **فضل الدین صاحب معمار احمدی کے ہاتھ سے** منارۃ المسیح کی بنیاد کے مغربی حصہ میں لگائی گئی۔ ناظرین یہ معمولی سی بات اور رسمی امر نہیں کہ لوگ بڑے مکانات یا عمارات کی بنیاد کسی بڑے آدمی کے ہاتھ سے رکھدیتے ہیں۔ یہ عمارت معمولی عمارت نہیں ہے۔ یہ وہ **مینار ہے** جسکی بابت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی کی تھی۔ یہ وہ مینار ہے جہاں سے اسلام کی روشنی اقطاع عالم میں انشاء اللہ العزیز پھیلے گی۔ یہ وہ مینار ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی پورا کرنے کے لیے حضرۃ مسیح موعود کے ہاتھ سے شروع ہوتا ہے وہ مسیح موعود جسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کہا جسکو اکابران ملت اور اولیاء امت نے سلام کہا۔ غرض اس عظیم الشان مینار کی بنیاد خدا کے برگزیدہ مامور اور مسیح و مہدی علیہ السلام کے ہاتھ سے ۱۳ مارچ سنہ ۱۹۰۱ء کو رکھدی گئی۔ فی الحقیقت وہ لوگ بڑے ہی خوش قسمت اور مبارک ہونگے جنکا روپیہ اس مبارک کام میں خرچ ہوگا خدا تعالیٰ ہم سبکو توفیق دے کہ ہم اس میں حصہ لے سکیں۔ آمین

ماسٹر نبی بخش احمد جان مالکان کارخانہ گبرون تکمی گوجرانوالہ (پنجاب) منونجات گبروں (فہرست معہ قیمت) دیگر مال مفت عام تقسیم کرتے ہیں۔

صحیفۃ الولا پر ریمارک

نمبر ۳

گزشتہ دو نمبروں میں ہم نے دکھایا ہے کہ منشی واحد علی صاحب ملتانی نے دافع البلاء پر ریمارک کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی **لا تقف ما لیس لک به علم** کچھ بھی پرواہ نہیں کی۔ اور ہم انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ نمبر دمیں اور بھی وضاحت کے ساتھ دکھائیں گے کہ کہاں تک اس ریویو نگاری میں انھوں نے حق ریویو نویسی ادا کیا ہے۔ اور عدا راستی سے کام لیا ہے۔

ہمیں چودھویں صدی راولپنڈی کے ذریعہ معلوم ہوا ہے کہ منشی واحد علی صاحب ہمارے ان ریمارکس پر کچھ لکھنے کا وعدہ کرتے ہیں لیکن اس سے پہلے انکا فرض ہونا چاہیے کہ ہمارے ریمارکس کو تمام وکمال پڑھ لیں اور ساتھ ہی اس امر کا بھی فیصلہ کر دیں کہ وہ اب بحیثیت شیعہ ہونے کے ریویو لکھیں گے یا نیچری ہونے کے حیثیت سے کیونکہ انکی کتاب صحیفۃ الولا سے ان کے دونوں مذہب مترشح ہوتے ہیں واقعی اور صحیح طور پر معلوم نہیں ہوتا کہ وہ نیچری ہیں یا شیعہ اسلیے ہم اپنے ان ریمارکس میں انکو دونوں طرح ملزم کرنے کا حق رکھیں گے۔

الغرض پچھلے دو نمبروں میں ہم نے ابن اللہ اور ابو اللہ کے متعلق جو مغالطہ یا نیاں اور افترا منشی واحد علی صاحب نے کیے ہیں انکی حقیقت حضرت حجۃ اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کے کلام سے دکھا چکے ہیں اور اب ہمیں یہ کہنے کا حق ہے جیسا ہم نے اس سلسلہ کے نمبر اول میں بتایا ہے کہ ہمارے مخالف قلم اٹھانے والے ایک تاریک تثلیث میں مبتلا ہیں اور ان میں سے ایک اقنوم یہ ہے کہ حضرت اقدس کے الہامات کی تفسیر خود کرنے بیٹھتے ہیں جسکا کوئی حق انکو نہیں دیا گیا۔ اور باوجودیکہ آپ کے کلام میں انکی تفسیر موجود ہوتی ہے لیکن پھر بھی اس سے عمداً قطع نظر کرکے اعتراض کرتے چلے جاتے ہیں۔ ہم سلیم الفطرت ناظرین پر انصاف چھوڑ دیتے ہیں کہ وہ فیصلہ کریں کہ ابن اللہ یا ابو اللہ ہونے کا جو الزام حضرت اقدس پر لگایا گیا تھا کیا اعلیٰ حضرت کے کلام سے ثابت ہوتا ہے یا ملتانی ریویو نگار کا صرف اتہام ہے؟

اب ہم اس نمبر میں ملتانی ریویو نگار کے ایک اور دھوکہ کی حقیقت طشت از بام کرنا چاہتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ آپ یہ کہکر مسلمانوں کو بدظن یا گمراہ کرنا چاہتے ہیں کہ مرزا صاحب کہتے ہیں میں نبی ہوں۔

اسپر بحث کرنے ہوئے پہلے منشی واحد علی صاحب کی نیچریانہ حیثیت سے پبلک کو آگاہ کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس مضمون پر دو طرح سے ہم بحث کریں گے منشی واحد علی صاحب کے ریویو سے عام مسلمانوں کو یہ بھی دھوکا لگا ہوا معلوم ہوتا ہے کہ وہ کوئی آرتھوڈکس مولوی ہیں۔ ابھی تک جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے انکی حیثیت بلحاظ مذہب متحقق نہیں ہوئی کہ وہ شیعہ ہیں یا نیچری لیکن چونکہ دونو پہلو پائے جاتے ہیں ہم حق رکھتے ہیں کہ دونو طرز پر کلام کریں انکی نیچریت کے لیے سردست انکے رسالہ کا ایک فقرہ نقل کر دینا کافی معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ آپ صحیفۃ الولا کے صفحہ ۹۰ پر سید احمد خان بالقابہ انجہانی کی بابت ان الفاظ میں لکھتے ہیں

اور میرے محترم بزرگ سر سید احمد خان صاحب علیہ الرحمۃ۔

اس سے منشی صاحب کی نیچریت کا پتہ لگتا ہے پس ان کے عقیدہ کے موافق تو یہ خیال ہی باطل ہے کہ اب کوئی مسیح اور مہدی بھی آنے والا ہے۔ منشی صاحب مسیح کی آمد ہی کے منکر ہیں تو دوسرے مسلمانوں پر ان کا کوئی قول حجت نہیں ٹھہر سکتا۔ اور نہ صرف اس کے منکر بلکہ انکو تو اپنے محترم بزرگ کی تقلید کے موافق نبوت اور وحی سے بھی انکار ہے انکا تو اسلام ہی ایک جدا اسلام ہے وہ ہمیں کیوں دخل دیتے ہیں۔ عام مسلمانوں کو اس سے ہی موازنہ کر لینا کافی ہے کہ منشی واحد علی صاحب جیسا نیچری اسلام کے متعلق کیا کہے گا۔ اور پھر انکو اپنے واجب التعظیم بزرگ کی تقلید کے موافق مسیح کی وفات کا بھی عقیدہ رکھنا لازمی ہے بلکہ اسکے ساتھ ہی یہ بھی انکو اعتقاد رکھنا ہوگا کہ مسیح بن باپ پیدا نہیں ہوا۔ جو قرآن شریف کے نصوص صریحہ کے مخالف ہے پھر سید صاحب تو یہاں تک بھی ترقی کر گئے تھے کہ تثلیث کے قائلین کی بھی نجات کے قائل ہوگئے تھے اس قسم کے اعتقاد کے رکھتے ہوئے بھی

منشی واحد علی صاحب اعلیٰ حضرت پر اعتراض کرنے کی جرأت کرتے ہیں۔ ہم اسوقت نیچریت کے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت نہیں سمجھتے صرف عام مسلمانوں کو آگاہ کرنا چاہتے ہیں جنکو صحیفہ آصفیہ کے ذریعہ مغالطہ دیا جاتا ہے۔

اس قدر بیان کے بعد ہم دوسرا پہلو اس مضمون کے متعلق اختیار کرتے ہیں۔ منشی واحد علی صاحب کہتے ہیں کہ مرزا صاحب کو نبی ہونے کا دعویٰ ہے لیکن انھوں نے یہ نہیں بتایا کہ نبی ہونے سے کیا مراد ہے؟ آیا حضرۃ اقدس کی مراد نبی ہونے سے یہ ہے کہ وہ کوئی مستقل نبی صاحب شریعت ہیں یا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ہی نبوت کے مبشر اور متبع اور مصدق۔

اس سوال پر بحث کرنے کے لیے ضروری ہوگا پہلے یہ فیصلہ کر دیا جاوے کہ کیا آنیوالا مسیح موعود نبی ہوگا یا نہیں؟ قطع نظر کے کہ وہ کون ہے؟ اور یہ تو مسلمات سے ہے کہ آنیوالا مسیح موعود نبی ہوگا۔ پس سوال زیر بحث یہ رہ جاتا ہے کہ مرزا صاحب مسیح موعود ہیں یا نہیں؟ اور یا یہ کہ عام خیال کے موافق اگر مسیح ناصری آسے گا تو وہ مبطل ختم نبوت ہوگا یا نہیں؟ ان سوالوں کا جواب چونکہ کسیقدر تفصیل چاہتا ہے اسلیے ہم چھٹے نمبر سے اسکو شروع کرینگے تاکہ کسی قدر یکجائی بحث سے ہمارے ناظرین کو لطف آئے

(باقی چھٹے نمبر میں)

دار الامان کا ہفتہ

ہمارے ناظرین کو عید مبارک ہو

۱۔ اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مع اہل بیت بخیریت ہیں۔ بارش کی وجہ سے عید کی نماز مسجد اقصیٰ اور مسجد مبارک دونوں جگہ ہوئی۔ مسجد مبارک میں مولانا مولوی عبد الکریم صاحب نے اور مسجد اقصیٰ میں حضرت حکیم الامت نے پڑھائی اس تقریب پر لاہور۔ کپورتھلہ۔ جالندھر امرتسر۔ وغیرہ مقامات سے اکثر احباب آئے

۲۔ ناظرین الحکم کو بذریعہ الحکم مدرسہ کے لیے **عید فنڈ** اور قربانی کی کھالوں کی طرف توجہ دلائی جا چکی ہے امید کیجاتی ہے کہ ہر جگہ کی احمدی جماعتیں سرگرمی کے ساتھ اس خدمۃ کو سر انجام دینگی۔

۳۔ اکثر احباب مقدمہ گورداسپور کے متعلق دریافت کرتے ہیں عام اطلاع کے لیے لکھا جاتا ہے کہ گورداسپور میں ایڈیٹر الحکم بنام مولوی کرم الدین و مولوی فقیر محمد ایڈیٹر سراج الاخبار جہلم کی پیشی ۲۲ فروری ۱۹۰۳ء تھی۔ اور مقدمہ حکیم فضل الدین صاحب بنام مولوی کرم الدین ۷ مارچ ۱۹۰۳ء تھی لیکن ان دونو تاریخوں پر کوئی کارروائی عدالت کی نہیں ہوئی جسکی وجہ یہ ہے کہ مولوی کرم الدین نے عدالت العالیہ چیف کورٹ میں ایک درخواست اس مضمون کی دی ہے کہ یہ مقدمات گورداسپور سے منتقل کیے جاویں۔ اس لیے گورداسپور میں فی الحال تا فیصلہ عدالت العالیہ چیف کورٹ کوئی کارروائی نہ ہوگی۔ سر دست ۲۵ مارچ ۱۹۰۳ء دونوں مقدمات کے لیے مقرر ہے۔

۴۔ مقدمہ جہلم میں ۱۴ مارچ ۱۹۰۳ء کو حکیم فضل الدین صاحب اور مولوی محمد علی صاحب ایم اے پلیڈر تشریف لے گئے ہیں تاریخ پیشی ۱۶ مارچ ۱۹۰۳ء ہے یہ وہ مقدمہ ہے جس میں جھوٹ کی نجاست پر منہ مارنے والوں نے لکھا تھا کہ حضرۃ اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے نام وارنٹ جاری ہوا ہے۔ اور ۲۳ فروری کو تعمیل ہوئی ہے۔ اور جس جھوٹ سے انہوں نے باوجود وعید لعنۃ اللہ علی الکاذبین کچھ بھی نفرت نہیں کی تھی۔

۵۔ بیعت کا سلسلہ دن بدن بڑھ رہا ہے اور کل اسماء کا اندراج الحکم کی طاقت سے باہر ہو گیا ہے۔ اس لیے آئندہ ہم کسی خاص تذکرہ کے سوا عام سلسلہ اندراج اسماء کی سر دست گنجایش نہیں پاتے۔

چونکہ ایک رجسٹر از سر نو مرتب ہو رہا ہے ہر ایک بیعت کنندہ کو بہت جلد اپنے نام اور پتہ سے اطلاع دینی چاہیے۔

یاد دہانی

مارچ گذشتہ میں جو اعلان چندہ لنگر خانہ کے متعلق شائع ہوا تھا اسکا سال ختم ہو گیا ہو اگر کسی کے ذمہ کچھ بقایا ہو تو جلد بھیجدیا جاوے۔

واقعات عالم پر نظر

مسلمانوں اور عیسائیوں کی تعداد کا سوال۔

لندن کے اخبار سپکٹیٹر میں ہندوستان کے مسلمانوں اور عیسائیوں کی تعداد کے متعلق ایک دلچسپ بحث میں ظاہر کیا گیا ہے کہ مردم شماری کی رپورٹ کے رو سے ۱۹۰۱ء تک ہندوستانی مسلمانوں کی تعداد پانچ کروڑ تہتر لاکھ اکیس ہزار سے ۶ کروڑ چھبیس لاکھ اٹھاون ہزار تک پہنچ گئی ہے۔ اور عام ہندوؤں کی تعداد میں پورے چھ لاکھ کی کمی عمل میں آئی ہے۔ عیسائی ۱۸۹۱ء میں ۲۲ لاکھ چھیاسی ہزار اور ۱۹۰۱ء میں ۲۹ لاکھ ۲۳ ہزار تھے ان اعداد کے دینے کے بعد راقم مضمون اس نتیجہ پر پہونچا ہے کہ

"گو مشنری لوگ روپیہ اور وقت اور محنت صرف کرتے ہیں کہ ہندوستانیوں کو عیسائی بنائیں مگر انھیں ابھی تک کامیابی نہیں ہوئی کیونکہ گذشتہ دس سال میں ہندوستان کے مسلمان قریب سوا کروڑ کے بڑھ گئے ہیں جو یہاں کے کل عیسائی آبادی کے چوگنے سے بھی زیادہ ہیں۔"

اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ عیسائیت کی اشاعت صرف روپیہ۔ وقت اور محنت کا نتیجہ ہے نہ دینی خوبیوں اور کمالات کے باعث اور یہی وجہ ہے کہ وہ ناکام ہے۔

خون مسیح کی برکت

ایرلینڈ رومن کیتھولک عیسائیوں نے ایک سوسائٹی ایک صدی سے قائم کی ہوئی ہے جس کا نام ہے کرسچن برادرس اور اس سوسائٹی کے مقاصد میں سے یہ ہے کہ یتیموں اور بیکسوں کو خاص پیشوں کی عملی تعلیم دیجاوے۔ اسوقت یہ سوسائٹی ایک ٹریننگ کالج بنانا چاہتی ہے روم کے پوپ صاحب کی برکت مانگ کر اس سوسائٹی نے بذریعہ قمار بازی اس کالج کے لیے سرمایہ جمع کرنا تجویز کی ہے۔ چٹھی ڈالنے کے لیے کئی انعام رکھے گئے ہیں۔ پہلا انعام والیکو پوپ لیو رومن کیتھولک دنیا کے نائب خدا کی تصویر انعام ملیگی۔ خون مسیح کی کرامات کیا کچھ کم ہیں

بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ قمار بازی ہے؟ ہم کہتے ہیں ہمیں تو شک نہیں کہ قمار بازی کا ہے مگر اس مسیح کی صلیب

کے ساتھ ہی یہ لاٹری کا سلسلہ بھی جاری ہو گیا تھا جب خود خدا صاحب کی پوشاک بذریعہ لاٹری تقسیم ہوئی تو نائب خدا کی تصویر پر لاٹری پڑ گئی تو کیا تعجب!

حج کے متعلق فرنچ زبان کی قاموس تجارۃ بحری سنہ ۱۹۰۲ء میں درج ہے کہ نہر سویز کے افتتاح اور ترکیب کو ہوئی کا راستہ معلوم ہونے سے پہلے مشرق و مغرب کی تجارۃ ایکطرح سے حاجیوں کے ہی ہاتھ میں تھی حجاج کا قافلہ مشرق الاقصیٰ سے چلکر ہر ملک و دیار میں تبادلہ اور تجارت بیوپار کرتا اور ہر شہر سے نئے حاجی ملاتا ہوا مصر تک آیا کرتا تھا اور یہاں یورپین تاجروں سے اشیاء تجارت لیکر واپس وطن کرتا تھا اور دیگر فوائد کے علاوہ اس ایک فائدہ کی بدولت ہر سال کروڑ ہا روپیہ کا اضافہ مسلمانوں کی دولت میں ہوتا رہتا تھا۔

اسی حج کے متعلق اخبار وطن میں ایک عجیب خبر شائع ہوئی ہے وہ لکھتا ہے کہ عجب شان ایزدی ہے کہ عیسائی حکومتیں تو اپنی مسلمان رعایا کے لیے حتی الوسع آسانیاں پیدا کر رہی ہیں اور اسلامی حکومتیں اور علماء مذہب طرح طرح کی رکاوٹیں حج کے راستے میں ڈال رہے ہیں حاجیوں کے لیے فرنچ دنیا میں سب سے اول اسلامی سلطنت مراکو نے منظور کیا ہے حج کی ممانعت کا فتویٰ وبا کے بہانے سب سے پہلے ایک اسلامی ملک الجزائر کے علماء نے دیا۔ قطعی ممانعت کی تو ایک مسلمان مجتہد نے کی۔ سوڈانی مہدی نے آیا تو حج کو بالکل منسوخ قرار دیدیا تھا اور قطعی بندش کرنے کے معنی رکھنے والی ہدایات بھی اب ایک اسلامی حکومت (مصر) نے نافذ کی ہیں تمام اخبارات نے مخالفت کی اور رعایا نے اعتراض کیا مگر کسی کی شنوائی نہیں ہوئی۔

ہمعصر مذکور تعجب کے ساتھ اس خبر کو شائع کرتا ہے مگر ہم اسکے تعجب کو دور کرنا چاہتے ہیں غالباً اسے معلوم ہوگا کہ مسیح موعود کے بعثت کی

علامات میں سے ایک بندش حج بھی ہے اور یہ مختلف اسباب اور وجوہات سے پوری ہونگی ہے۔ جب کہ مسیح موعود دنیا میں آگیا ہے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی اپنے رنگ میں پوری ہو کر رہنے والی تھی سو ہو گئی جسکی آنکھیں دیکھنے کی ہوں دیکھے اور جس کے کان سُننے کے ہوں وہ سُنے۔

شام میں ایک توراۃ کا نسخہ دستیاب ہوا ہے جو ولادت مسیح سے ۲۵۰ برس پیشتر کا لکھا ہوا بتایا جاتا ہے۔

خدا نما مذہب

حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب کے ایک خطبہ کا ماحصل ہے۔

جس قدر مذاہب دنیا میں ہیں انکی اصلی غرض اور غایت یہ ہے یا کم از کم ہونی چاہیے کہ وہ **حقیقی خدا** کی شناخت کا ذریعہ ہوں۔ مذہب کا لفظ ہی اپنے معنوں کے لحاظ سے ایک راہ کو ظاہر کرتا ہے اور اس راہ سے مراد وہ راہ ہے جس پر چلکر انسان اللہ تعالےٰ تک پہونچ سکے حقیقی اور صحیح مذہب یا منجاب اللہ وہی مذہب ہو سکتا ہے جو آئینہ کیطرح صاف اور شفاف ہو تا کہ خدا تعالےٰ کو اس میں دیکھ سکیں اور ٹھیک ٹھیک اور درست دیکھ لیں۔ اور اگر کوئی مذہب اللہ تعالےٰ کو نہیں دکھا سکتا یا بہمہ صفات کاملہ موصوف اور تمام نقائص سے منزہ اور مبرا نہیں دکھا سکتا اسکو ہم خدا کیطرف سے تسلیم نہیں کر سکتے۔ مذہب کی شناخت کا میں ایک معیار میں یہی پیش کرتا ہوں کہ وہ مذہب آئینہ **خدا نما ہو** بہت سے لوگ اس دنیا میں موجود ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ مذہب کا معاملہ بہت ہی مشکل ہے اور سچے مذہب کا پتہ لگانا محال بلکہ ناممکن ہے مگر میں اسکے ساتھ اتفاق نہیں کر سکتا۔ میری رائے میں **مذہب حق نما** تاریکی اور ظلمت ہوتی ہی نہیں جو اسے مخفی کر سکے۔ اور جبکہ انسان کی اصل غرض اور اسکی پیدائش کی علت غائی یہ ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ کی عبادت کرے اور

اسی لیے خدا نے اسکو پیدا کیا ہے؟ تو پھر یہ ناممکن ہے کہ اس میں ایسے قویٰ۔ فہم۔ اور بصیرت نہ ہو جس سے وہ اپنے مولا و مالک کو پہچان سکے۔ اپس مذہب کے معاملہ کو گورکھ دھندا یا کوئی چیستان بنا دینا اس غرض کے منافی اور مخالف ہے اور یہ نہیں ہو سکتا۔ مذہب کا معاملہ صاف ہے قد تبین الرشد من الغی اسکی شان ہے لیکن انسان خود غور نہیں کرتا اللہ تعالےٰ کے عطا کردہ قویٰ سے کچھ کام نہیں لیتا جس سے وہ قوتیں بیکار ہو جاتی ہیں اور مر جاتی ہیں۔ پھر چونکہ اسے نیکی بدی میں تمیز نہیں رہتی اس لیے اپنی نادانی اور جہالت کو مذہب کی مشکلات پر محمول کرتا ہے غرض **مذہب حق نما** وہ مذہب ہونا چاہیے جس پر چلکر انسان اللہ تعالےٰ تک پہونچ سکے۔ اسوقت دنیا کے میدان میں سیکڑوں مذاہب کا دنگل ہے ہر ایک بجائے خود اس امر کا مدعی ہے کہ ہمارا مذہب حق پر ہے یا حق سے ہے۔ عیسائی کہتے ہیں کہ ہمارا مذہب خدا کیطرف سے ہے آریہ کہتے ہیں ہم حق پر ہیں مسلمان کہتے ہیں ہم ہیں الغرض ہر ایک اپنے مذہب کیطرف لوگوں کو دعوت دیتا اور بلاتا ہے۔ اب اس قدر شور و شغب میں جبکہ مذاہب مختلفہ کا ایک طوفان بپا ہے۔ دیکھنا ضروری ہے کہ کونسا مذہب ایسا مذہب ہے جو مذہب کہلانے کا مستحق ہے۔ قرآن شریف نے ایک لفظ اس تحقیق کے لیے فرمایا ہے ہم اسی پر سارے مذاہب کو پرکھ سکتے ہیں اور وہ ہے **الحمد للہ** یعنی ہر قسم کی حمد و ستائش جو کسی انسانی عقل اور دماغ سے نکل سکتی ہے اور تمام محامد اور صفات حسنہ جو کسی کے وہم و گمان اور فکر میں آسکتی ہیں ان سب کا مستحق اصل اللہ ہی ہے۔ اور اللہ وہ ہے جو تمام صفات حمیدہ سے موصوف اور تمام نقائص سے بری ہے۔

یہ ایک ہی لفظ بتاتا ہے کہ وہ ایسی عظیم الشان ہستی ہے جس کے لیے تمام محامد اور ستائش زیبا ہے۔ اب اسی ایک لفظ سے سارے مذاہب کا فیصلہ ہو سکتا ہے۔ تم کوئی صفت اسکی تجویز کرو مثلاً کہو کہ ارادہ کرنے والا باطن در باطن جاننے والا۔ قدرت والا جبروت و عظمت والا غرض کوئی صفت تجویز کرو کوئی خوبی پیش کرو۔ وہ وہی نقشہ ہوگا جو قرآن شریف اللہ تعالےٰ کا کھینچتا ہے۔

خدا ہے اور ایک ہے اسکا دعویٰ ممکن ہے کہ آپ بہت سے مذاہب میں سنیں۔ لیکن وہ کیسا ہے؟ یہ ایک مسئلہ ہے جسکو قرآن کے سوا دوسرے

کوئی کتاب بیان نہیں کر سکتی۔ صفات الٰہی ہی کا مفہوم بالشان مسئلہ ہے جس کے بیان کرنے سے دوسرے مذاہب عاری اور تہی ثابت ہوتے ہیں قرآن شریف اللہ تعالےٰ کو کیسے بیان کرتا ہے۔

اللہ کیا ہے؟ الرب - الرحمٰن - الرحیم المالک - یہ چار صفات ام الصفات ہیں ان صفات اربعہ کے نشان والا خدا اسلام کا قرآن کا - محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خدا ہے یعنی پالنے والا - بن مانگے دینے والا - اپنے پرستاروں اور بندوں کی محنتوں کو ضائع نہ کرنے والا - اور پھر ان کے افعال اور اعمال پر اپنی ہیبت و جبروت کا پرتو ڈالنے والا - یہ ایسے نشان الٰہی ہیں جو الست بربکم کہنے کے ساتھ ہی انسان کی فطرت میں بالطبع نقش ہو چکے ہیں + پس جیسے ایک بچہ جو ہجوم و انبوہ میں اپنے باپ سے الگ ہو گیا ہو ہزاروں لاکھوں انسان اسکے آگے آویں وہ کبھی غیر کیطرف ہاتھ پھیلا کر دوڑ نہیں سکتا لیکن جب اسکا باپ سامنے آویگا تو وہ اس کی طرف بے اختیار ہو کر دوڑیگا - اسی طرح اللہ تعالےٰ کے سچے پرستار اپنے مولا کو لاکھوں باطل مذاہب کے پیش کردہ خداؤں میں بھی شناخت کر لیتا ہے - پس جبکہ فطرت میں ہی حقیقی خدا کا نقش موجود ہے اور حقیقی مذہب اسی کا آئینہ ہوتا ہے تو پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حقیقی مذہب تاریکی یا حیرانی کے پردہ میں پڑا رہے - یہ ایک معیار ہے جو اسلام نے پیش کیا ہے - اب اس سے تم عیسائی اور آریہ مذہب کی حقیقت کو خوب پرکھ سکتے ہو - پھر ایک اور بات بھی قابل غور ہے - درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے مذہب کی غرض و غایت خدا شناسی اور خدا شناسی کے ذریعے جو اطمینان اور سکینت اور ایک نور و امتیاز کا عطا ہوتا ہے حقیقی اور خدا نما مذہب کا پیرو مذہب کی پیروی کے سچے برکات یعنی پا لے جو مذہب کا منشا ہونے چاہئیں تو پھر اسے مایوس رہنا چاہیے کہ ؏

ایں رہ کہ تو میروی بہ ترکستان ہست

کا معاملہ ہے - اس وقت مذاہب کا دنگل ہے لیکن بجز اسلام کے آپ کسی مذہب کو ماننے والے کیطرف سے یہ آواز نہ سنیں گے کہ وہ اپنی برکات اور ثمرات اور تاثیرات کا زندہ نمونہ رکھتے ہیں + اور یہی اسکی حقانیت اور صداقت کا ثبوت ہے - چنانچہ خدا تعالےٰ کے برگزیدہ مہدی و مسیح حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پکار کر کہا کہ اشعار

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے
کوئی دیں دین محمد سا نہ پایا ہم نے
کوئی مذہب نہیں ایسا کہ نشاں دکھلاوے
یہ ثمر باغ محمد سے ہی کھایا ہم نے
ہم نے اسلام کو خود تجربہ کر کے دیکھا
نور ہے نور اٹھو دیکھو سنایا ہم نے

غرض مذہب کی شناخت کا یہ معیار عظیم ہے اور اس معیار پر آپ کو معلوم ہوگا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو جو نور اللہ تعالیٰ نے عطا کیا ہے یعنی قرآن شریف وہ ایک **عرفانی نور** ہے جس کی برکات اور تاثیرات کا زندہ نمونہ اس وقت بھی موجود ہے جسپر چلکر اس نے کہا۔ شعر

آں خدائے کہ از و خلق و جہاں بیخبر اند
برمن آں جلوہ نمود است گر اہلی بپذیر

پس اس **خدا نما وجود** کی صحبت میں رہ کر دیکھو کہ وہ **خدا دکھا دیتا ہے**۔
اللہ تعالےٰ ہم سب کو شکر کی توفیق دے جنہوں نے اسکو پایا ہے واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العلمین

احمدی قوم کو تازہ خوشخبری

مڈل سکول کا نتیجہ نکل آیا - اور خدا کا شکر ہے کہ مدرسہ تعلیم الاسلام کے شریک ہونیوالے طالب علم کل پاس ہو گئے یہ نتیجہ مدرسہ کی تعلیمی حالت کے قابل اطمینان ہونے کے لیے کافی ہے - اور جیسا کہ رپورٹ مدرسہ سے معلوم ہوگا مدرسہ نے بہیئت مجموعی جسقدر ترقی کی ہے وہ قوم کے لیے ایک مسرت افزا بات ہے اس خوشی میں ۱۶ مارچ کو مدرسہ میں تعطیل ہوئی - اگرچہ ہم ان ساری ترقیوں اور کامیابیوں کی جڑ اللہ تعالیٰ کا فضل اور اسکے برگزیدہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعائیں ہیں - لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ خلق اسباب سے کام لیتا ہے ایسے ہم الزام ناسپاسی کے ملزم نہ ہونگے اگر تعلیم الاسلام کالج کے پرنسپل جناب مولوی شیر علی صاحب بی اے اور ہیڈ ماسٹر جناب مفتی محمد صادق صاحب کی محنت اور مستعدی کے لیے انکے شکر گذار ہوں خدا تعالےٰ انکی شبانہ روز محنتوں کے لیے جو وہ محض خدا کے لیے اس قومی انسٹیٹیوشن کی کر رہے ہیں نیک جزا دے - باقی تفصیل آیندہ۔

دوسری خوشخبری اپنی قوم کو ہم یہ سنانی چاہتے ہیں کہ آخر تفسیر القرآن کا پہلا نمبر خدا کے فضل سے شائع ہو گیا ہے - جو خریداروں کی خدمت میں اسی نمبر کے ہمراہ روانہ کیا جاتا ہے - پہلے نمبر کے مضامین کی فہرست ذیل میں آپ معائنہ کرینگے - سالانہ قیمت تین روپے ہوگی - دوسرے نمبر کے اوراق بھی اسوقت تک جسقدر طبع ہو چکے ہیں اشاعت سے آگے روانہ کیے جاتے ہیں - ضرورت ہے کہ اسکی اشاعت کی طرف توجہ ہو۔

فہرست مضامین

نمبر اول

	مضمون	صفحہ
۱۔	ہمارا چاند	۱
۲۔	کچھ اپنی نسبت	۱-۲
۳۔	قرآن کریم اپنی نسبت کیا کہتا ہے؟	۳
۴۔	قرآن شریف اور حدیث شریف	
الف	احادیث کے دو حصے	
ب	احادیث کی صحت کا معیار	
۵۔	اصول التفسیر	۶-۱۰
۶۔	تفسیر القرآن - الجزء الثالث رکوع اول۔	۱۰-۳۲
الف۔	دس عام مطالب	
ب۔	انفاق فی سبیل اللہ	۱۱
ج۔	انفاق فی سبیل اللہ کے ثمرات	〃
د۔	رد الزام تام۔	۱۲
ہ	نجات اور شفاعت کی حقیقی تعلیم	۱۲-۱۴
و	قرآن شریف سے ثبوت کہ آنحضرتؐ انسان کامل تھے	۱۵-۱۸
ز	ضرورت شفاعۃ	۱۹
ح	قرآن شریف سے آنحضرتؐ کی شفاعت کا ثبوت	۱۹-۲۲
ط	آیت الکرسی	۲۲
ی	ہستی الٰہی پر دلایل	
ک	آریوں اور عیسائیوں سے مقابلہ	۲۳
ل	قرب الٰہی کے حصول کے ذریعہ	۲۶
م	کرسی کے معنی	۲۷
ن	الدین کے معنے	۲۸
س	الدین کا پہلا رکن - الایمان	۲۸
	حصول قرب الٰہی کا ذریعہ	〃
	ایمان بالملائکہ کی فلاسفی	۲۹
	قرب الٰہی کا دوسرا ذریعہ	〃
	ایمان بالکتب	〃
	ترقیات کا مانع	۳۰
	ایمان بالرسالت	〃
	جزا و سزا	۳۱
	دوسرا سوال	〃
	الاحسان	۳۲
	نزول و صعود	〃

۱۲ مارچ کی سیر میں فرمایا کہ چند روز پہلے میری طبیعت بوجہ کثرت پیشاب و اسہال سخت مضمحل ہو گئی تھی رات کو دعا کی تو الہام ہوا **دُعاؤک مُستجاب** وہ دونوں شکایتیں رفع ہو گئیں۔ (مفصل ذکر ڈائری میں آ سکتا ہے ++)

۱۲ مارچ کی سیر کے وقت فرمایا کہ میں نے آج صبح خواب میں دیکھا [illegible] ہماری جماعت کا [illegible] گھوڑے سے گر پڑا ہے اسکی تعبیر میں فکر کرتا تھا کہ [illegible] اسی غنودگی کے بعد الہام